حق ایلیا

محسن نقوی

ماورا پبلشرز، بہاولپور روڈ لاہور

محشر میں اس انمول عقیدے کے عوض ہم
بخشش نہ خریدیں تو گنہگار نہ کہنا
جنت میں بھی شبیر ترے غم کی قسم ہے
ماتم نہ کریں ہم تو عزادار نہ کہنا

باذوق لوگوں کے لیے
ہماری کتابیں
خوبصورت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت

خالد شریف

ضابطہ

بار اول : ۲۰۰۳ء
کمپوزنگ : الاشراق کمپوزنگ سنٹر، لاہور
قیمت : -/190 روپے
طابع : شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر : ماورا پبلشرز، ۳-بہاولپور، لاہور
فون: 7224500

MAVRA BOOKS
60-The Mall, Lahore.
Ph: 6303390 - 6304063
E-mail-mavraintl@yahoo-com

فہرست

حجابِ نبوت—۱

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا، اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاکِ انما ہے، اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے، اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ روحِ واللیل و والقمر ہے، تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰؐ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمیں کے یہ رنگ رنگ موسم فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں شہابوں کے تازیانے کہیں ستاروں کا آشیانہ
اسی کا صدقہ بھری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدوخال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر یہ جو کہے گا وہی کروں گا

یہ میم سے ممکناتِ عالم کے آسماں کا مہ مبیں ہے
یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا حکیم حق حرزِ مومنیں ہے
یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلیں ہے
یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغ چارہ گرِ یقیں ہے
یہی محمدؐ ہے، ذات جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
اسی کے پردے میں چار ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

حجابِ نبوت — ٢

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ خلقتِ نورِ ایزدی ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ منزلِ رہگذارِ جاں ہے تو پھر متاعِ سفر تھی وہ بھی
یہ آفتابِ جہانِ دل ہے مگر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ زینتِ بزمِ کن فکاں تھی یہ صدرِ اجلاسِ انبیاء ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
کہیں فضاؤں کی نقش بندی کہیں گھٹاؤں کا شامیانہ
کہیں ستاروں کی مشعلیں ہیں کہیں شہابوں کا تازیانہ
اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
اسی کے نقشِ قدم کے ذرے مہ و نجومِ فلک بنیں گے
اسی کی صورت کے عکس ریزے مرے فرشتے تلک بنیں گے

حجابِ نبوت — ۳

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاک انما ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ رَوحِ والّیل والقمر ہے تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہؑ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمیں کے یہ رنگ رنگ موسم فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں ستاروں کے آشیانے کہیں شہابوں کا تازیانہ
اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدوخال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر جو یہ کہے گا وہی کروں گا

تمام نبیوں کے قافلے کا یہی تو سالارِ کارواں ہے
میں بے نشاں ہوں مگر اسی کے وجود میں ہی مرا نشاں ہے
یہ آشنائے مزاجِ رحمت ہے بخششوں سے بھرا جہاں ہے
اسی کا رستہ ہی دو جہاں میں نجاتِ آخر کی کہکشاں ہے
میں اس کا طالب ہوں سوچ لینا کہ میرا مطلوب بھی یہی ہے
ہے اس کی تعظیم تجھ پہ واجب کہ میرا محبوب بھی یہی ہے

یہ کاروانِ امم کا سلطاں، اسی کو جچتی ہے کجکلاہی
کہ اس کی نعلین کو ترستی ہے دو جہانوں کی بادشاہی
یہی تو ہے جو فرازِ فاراں پہ جا کے دے گا مری گواہی
اسی کا کلمہ پڑھیں گے سارے شجر حجر مرغ و مہر و ماہی
مری رضا چاہیے تو میرے حبیب کے دل کو شاد رکھنا
یہ تیری خلقت سے پیشتر بھی نبی تھا یہ بات یاد رکھنا

یہ میم سے ممکنات عالم کے آسماں کا مہِ جبیں ہے
یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا، حکیمِ حق، حرزِ مومنیں ہے
یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلیں ہے
یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغِ چارہ گرِ یقیں ہے
یہی محمدؐ ہے ذات جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
اسی کے پردے میں چار ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

حجابِ عصمت

کمالِ وحدت ہے نام اس کا جمالِ وجہ رسول بھی ہے
یہ دین وایماں کی روح بھی ہے دلِ فروع واصول بھی ہے
نوید باغِ بہشت بھی ہے' کلید بابِ قبول بھی ہے
زمیں پہ ہو تو علی کی زوجہ' فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے
اسی سے آغاز ہے امامت' یہیں رسالت کا خاتمہ ہے
نظر اٹھا کر نہ دیکھ آدمؑ حجابِ عصمت میں فاطمہ ہے

یہ فکر مریمؑ کی شاہزادی یہ قل ہو اللہ کی شاہدہ ہے
خطا کا امکاں نہیں ہے اس میں یہ روزِ اول کی زاہدہ ہے
مباہلہ کی صفوں میں دیکھو تو حق کی پہلی مجاہدہ ہے
میں خود حفاظت کروں گا اس کی یہ اس سے میرا معاہدہ ہے
وہ یوں کہ اوجِ مزاجِ حق کے تمام سہرے اسی کے سر ہیں
حریم حق کے تمام ہادی اسی کی آغوش کے ثمر ہیں

جہانِ انسانیت کی تخلیق ہم اسی کے سبب کریں گے
اسی کے دشمن کو ہم جہاں میں رہین رنج وتعب کریں گے
اسی کے در کے گداگروں کا سبھی فرشتے ادب کریں گے
بشر تو کیا اس کے در پہ جا کر نبیؐ اجازت طلب کریں گے
اسی کے نقشِ قدم کے ذروں کو چاند رتبے میں کب ملے گا
اسی کے سر کی ردا کے سائے کو چاندنی کا لقب ملے گا

حجابِ امامت — ۱

یہ مردِ میداں، اجل کا حاکم، حکیم مطلق سپہ گری کا
تمام عالم میں آج سکہ رواں ہے اس کی دلاوری کا
یہ اسمِ اعظم جو لب پہ آئے تو دل دھڑکتا ہے ہر جری کا
یہی سکھاتا ہے گر سبھی کو سکندری کا قلندری کا
یہ انبیاء کا عظیم ناصر، یہ میرا وارث میرا ولی ہے
ہے اس کی پہچان تجھ پہ واجب یہ مرتضیٰ ہے یہی علی ہے

یہ محور حق یہ کلِ ایماں کا تاج سر پر سجانے والا
یہ موت کی شب سجا کے بستر سکون سے مسکرانے والا
یہ دشمنوں کے تمام حملوں سے انبیاء کو بچانے والا
یہ کردگارِ ازل کے بندوں کو جامِ کوثر پلانے والا
اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء سب پکارتے ہیں

یہی ہے بدر و احد کا فاتح، وجودِ خیبر کشا یہی ہے
محافظِ دین آدمیت، برادرِ مصطفیٰ یہی ہے
جو بندگی کو بھی داوری دے وہ صاحبِ ہل اتیٰ یہی ہے
کرے جو قاتل کو شیر و شربت عطا وہ بحرِ سخا یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے

یقین کر لے کہ دینِ حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی، ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا، مرے کرم کی نمو یہی ہے
بروزِ محشر ترا خدا جب درِ حقیقت کو وا کرے گا
علی کا دشمن خود اپنی ماں کی خیانتوں کا گلا کرے گا

حجابِ امامت — ۲

یہ مردِ آہن یہ مشکلوں میں پیمبروں کو بچانے والا
یہ رنج وغم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوب کا وصی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمیں پہ یہ بوتراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جبیں یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا مزاجِ معیارِ دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایماں رموزِ حق کا امیں یہی ہے
اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء بھی پکارتے ہیں

یہ فقر کی سلطنت کا سلطاں یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیا میں بھی منفرد ہے، یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے بھری مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علمِ کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لاجواب ہوگا

مزاجِ منبر، نمازِ ایماں، نقیبِ وحدت، کلامِ اول
عروجِ وجداں، شعورِ انساں، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عالم، لواء کا حامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسولؐ ہوگا
یہی تو ہے خانہ زاد میرا، یہی تو زوجِ بتول ہوگا

یقین کر لے کہ دینِ حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی، ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا مرے کرم کی نمو یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے؟

حجابِ امامت — ۳

یہ مردِ آہن، یہ مشکلوں میں پیمبروں کو بچانے والا
یہ رنج وغم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں، انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوب کا وصی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں، مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمیں پہ یہ بوتراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جبیں یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا، مزاجِ معیارِ دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایماں، رموزِ حق کا امیں یہی ہے
جو اس کا دشمن ہے اس کی ساری عبادتیں بے اصول ہوں گی
تمام روزے خراب ہوں گے، سبھی نمازیں فضول ہوں گی

یہ فقر کی سلطنت کا سلطاں یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیاء میں بھی منفرد ہے، یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے لدی مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علم کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لاجواب ہوگا

مزاجِ منبر، نمازِ ایماں، نقیبِ وحدت، کلامِ اول
عروجِ وجداں، شعورِ انساں، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عامل، لوا کا حامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسول ہوگا
یہی تو ہے خانہ زاد میرا، یہی تو زوجِ بتولؑ ہوگا

اسے تو پہچان لے کہ آخر ہے ''کلِ ایماں'' لقب اسی کا
مری خدائی میں ہر بشر پر سدا ہے واجب ادب اسی کا
ہیں شش جہت اس کے زیرِ سایہ، عجم اسی کا، عرب اسی کا
بھرے جہاں میں ہے جو بھی میرا وہ اس کی خاطر ہے سب اسی کا
بروزِ محشر عمل کی دولت سے جب بھی میزانِ دل بھرے گا
علی کا دشمن بگڑ بگڑ کے خود اپنی ماں کا گلا کرے گا

حجابِ خُلق — ۱

مرے قلم نے کہاں تراشا ہے آج تک مہ جبین ایسا
یہ لوحِ محفوظ کے مطالب بھی جانتا ہے ذہین ایسا
مرے تصور کی سلطنت میں کہاں ہے مہرِ مبین ایسا
جہاں میں شاید نہ خلق ہو پھر جمیل ایسا حسین ایسا
مری محبت کا گلستاں ہے مری رضا کا چمن یہی ہے
دل ونظر میں بسا لے اس کو علی کا بیٹا حسن یہی ہے

یہ ملک خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
یہ خلق پیغمبری کا وارث، قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہی تو ہے یوسفِ امامت، دلوں کی دھرتی کا شاہزادہ
مرا تحمل، مرا تجمل، مرا تدبر، مرا ارادہ
مرا تخیل، مرا تصور، مرا تقدس، مرا لبادہ
خیال زریں، مزاج سادہ، نگاہ گہری، جبیں کشادہ
ادا میں شوخی، حیا میں رخشندگی، نگاہوں میں تمکنت ہے
سنو امامت کی سلطنت میں یہی ولی عہدِ سلطنت ہے

یہ امن عالم کا شاہزادہ، کرم میں سلطاں مزاج ہوگا
ہوا حفاظت کرے گی اس کی یہ وہ منور سراج ہوگا
مری ضرورت، ترا سہارا، ضمیر کی احتیاج ہوگا
دلِ عزیزاں تو خیر کیا ہے عدو پہ بھی اس کا راج ہوگا
یہ خُلقِ پیغمبریؐ کا وارث قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہ حاصلِ عزم انبیاء ہے، دلِ شرف کا صدف یہی ہے
مری لغت میں شعور و وجدانِ آدمیت کی صف یہی ہے
سمٹ کے اوجھل حدِ نظر سے بکھر کے ہر اک طرف یہی ہے
علیؑ نجف کی زمیں کا سورج شعاعِ شمسِ نجف یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیالِ خلدِ بریں سے پہلے حسنؑ کو سردار مان لینا

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیمبری ہے
اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبش غرورِ اوجِ سخنوری ہے
تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیالِ انساں ہری بھری ہے
یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ، علی کا بیٹا، نبی کا نورِ نظر یہی ہے
ہر اک تمنا کا بابِ آخر، ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
قرارِ قلب ملائکہ ہے، سکونِ روح بشر یہی ہے
شعور وحدت کے بحر مواج کا حقیقی گہر یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیال خلد بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خُلق ــــ ۲

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانکپن یہی ہے
قبیلہء ہاشمی کا دولہا، علی کا بیٹا حسن یہی ہے

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیمبری ہے
اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبش غرورِ اوجِ سخنوری ہے
تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیال انساں، ہری بھری ہے
یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ، علی کا بیٹا، نبی کا نورِ نظر یہی ہے
ہر اک تمنا کا بابِ آخر، ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
قرارِ قلب ملائکہ ہے، سکونِ روح بشر یہی ہے
شعور وحدت کے بحرِ مواج کا حقیقی گہر یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیال خلد بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خُلق — ٢

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانکپن یہی ہے
قبیلۂ ہاشمی کا دولہا، علی کا بیٹا حسن یہی ہے

حجابِ شہادت

یہ کون مظلوم ہے کہ جس کی جبیں لہو سے دمک رہی ہے
بڑا اندھیرا ہے اس کے گھر میں، بس ایک شمع بھڑک رہی ہے
یہ کس طرح کر رہا ہے سجدہ، تری خدائی دھڑک رہی ہے
یہ کون مستور ہے جو اس کی نماز حیرت سے تک رہی ہے
ادب سے سر کو جھکا لے آدمؑ نبی کا وہ نورِ عین ہوگا
جو خاک پر کر رہا ہے سجدہ وہ کیمیا گر حسین ہوگا

اگر نادِ علی

اگر نادِ علی پڑھنے کی رسم ایجاد ہو جائے
تو ہر سینے میں اک تازہ نجف آباد ہو جائے
لبِ حیدر کی جنبش پر کہا توحید نے اکثر
ہمارے حق میں بھی خطبہ کوئی ارشاد ہو جائے
نہ کعبے پر چڑھائی ہو نہ اجڑے بابری مسجد
مسلمانوں کو "درسِ یا علیؑ" گر یاد ہو جائے
اگر اہلِ وطن نامِ علیؑ لے کر بڑھیں محسنؔ
میرا ایمان ہے کشمیر تک آزاد ہو جائے

ابو طالب

اسرار معارف کا گلستاں ابو طالب
ایمان کے ہر درد کا درماں ابو طالب
تختِ دلِ ہستی کا سلیماں ابو طالب
ہر دور میں سرچشمۂ ایماں ابو طالب
ہر غم سے جو اس کو ابو طالب نہ بچاتا
اسلام ترا ٹھوکریں کھاتا نظر آتا

شادابیِ گلزارِ پیمبرؐ ابو طالب
احسان و سخاوت کا سمندر ابو طالب
رتبے میں ہے کعبے کے برابر ابو طالب
تقدیس میں کعبے سے بھی بڑھ کر ابو طالب
جھکتی ہے جبیں جس پہ ترے فکر و نظر کی
ہے جائے ولادت ابو طالب کے پسر کی

حیراں ابو طالب کی انا پر ہیں ملک تک
عمراں کے مدارج کی رسائی ہے فلک تک
ہے روشنیِ قلب و نظر اس کی جھلک تک
طوفانِ مصائب میں بھی جھپکی نہ پلک تک
خوشبو ہے رواں جس کی ہر اک دل کی کلی میں
کھلا ہے وہی دیں ابو طالب کی گلی میں

جو خوں ابو طالب کے عزائم کی عطا ہو
وہ خون بھلا کیسے رگ دیں سے جدا ہو
جس طور سے احساں ابو طالب نے کیا ہو
ممکن نہیں اسلام سے یہ قرض ادا ہو
اس پر بھی یہ فتویٰ کہ اسے دین سے کد ہے
یہ منکرِ عمراں کا فقط بغض و حسد ہے

کر یاد وہ شعبِ ابی طالب کا زمانہ
جذبے کے شراروں کو ہواؤں سے لڑانا
وہ عزم و جلالِ رخ عمراں کا فسانہ
ہر رات پیمبرؐ کو مصائب سے بچانا
اس طور کا دنیا میں کوئی باپ دکھا دے
جو موت کے بستر پہ بھی بیٹوں کو سلا دے

تم لوگ مسلماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
تم داعیِ ایماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
تقدیر کے ساماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
ہاں دشمنِ عمراں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
چاہو تو دلیروں کو بھی حجرے میں بٹھا دو
بزدل کو مگر فاتحِ کونین بنا دو

اللہ کے گھر کا جو نگہباں ہو وہ کافر؟
جو حق کے لیے اتنا پریشاں ہو وہ کافر؟
جو عرشِ معلّٰی کا مسلماں ہو وہ کافر؟
ایماں نہیں جو محسنِ ایماں ہو وہ کافر؟
اس بات پہ کیوں کوئی پریشاں نہیں ہوتا
ایماں کا پدر منکر ایماں نہیں ہوتا

جب فہم نے بدلا کبھی تشکیک کا قالب
جب لفظ سے چھینی گئی جاگیر مطالب
جب فکر کی دنیا پہ جہالت ہوئی غالب
اسلام پکارا ابو طالبؑ ابو طالب
خود حق کے لیے حق ہی پریشاں نظر آیا
باطل کے مقابل میں بھی عمراں نظر آیا

قندیلِ چراغِ رخِ احمد ابو طالب
ایمان سے ایمان کی ابجد ابو طالب
باطل کے لیے ضربتِ ایزد ابو طالب
ہر مملکتِ دیں کی ہے سرحد ابو طالب
دستارِ پیمبر کو جو عمراں نہ بچاتا
ہر سمت سقیفہ ہی نظر آتا

۱۳ رجب

ہر سو رواں ہوائے خمارِ طرب ہے آج
بابِ قبول وا ہے مرادوں کی شب ہے آج
دل میں خوشی، سرور نظر میں عجب ہے آج
ساقی مجھے نہ چھیڑ کہ تیرہ رجب ہے آج
رخ سے نقاب اٹھا کے نوید ظہور دے
حاضر ہے دل کا جام، شراب طہور دے

وہ مے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے
نس نس میں ائمہ کی صبوحی بھری رہے
قائم سدا جہاں میں تری دلبری رہے
آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے
جو بادہ کش ولا کا نشہ کل پہ ٹال دے
اللہ اپنی بزم سے اس کو نکال دے

وہ مے پلا کہ جس میں نبوت کی بو ملے
جس کے نشے میں حسن امامت کی خو ملے
آدم کو جس سے کھوئی ہوئی آبرو ملے
میں بھی پیوں تو مجھ کو خدا روبرو ملے
وہ مے کہ جس میں صبحِ ازل کا سرور ہو
وہ مے کہ جس میں آلِ محمدؐ کا نور ہو

وہ مے جو مصطفیٰ نے کساء میں چھپا کے پی
اور فاطمہؑ نے اپنی حیاء میں ملا کے پی
حسنین و مرتضیٰ نے جو محفل سجا کے پی
جبریل نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی
جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا
سلمان پی کے فخر سلیمان ہو گیا

عیسیٰ نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی
موسیٰ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی
داؤدؑ کو بھی طاقت گویائی مل گئی
یعقوبؑ نے جو پی، اسے بینائی مل گئی
وہ مے کہ جس کا کیف دلوں میں اتر گیا
یوسف نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

قیمت میں خلد سے بھی جو برتر ہے وہ شراب
جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب
جو حسن خدوخال پیمبرؐ ہے وہ شراب
جو مدعائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب
جس کا سرور فکرِ بشر کا غرور ہے
جس کے نشے کی موج سرِ کوہِ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے
جس کے بس ایک گھونٹ سے جنت میں گھر ملے
جس کے نشے میں شہر نبوت کا دَر ملے
جس کے سبب دِلوں کا دُعا کو اثر ملے
اک رند کائنات میں بیباک ہو گیا
بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہو گیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں
جس کے نشے کے رنگ اڑیں، عرش تک پڑیں
رندوں پہ اولیاء کے زمانے کو شک پڑیں
آئے منافقوں میں تو ساغر چھلک پڑیں
کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے دُر کرے
وہ مے جو عاصیوں کو بھی اک پل میں حر کرے

جس کا سرور ضامنِ جنت ہے وہ شراب
جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب
جو رمز "کل کفا" کی حقیقت ہے وہ شراب
جس کا خمار اجرِ رسالت ہے وہ شراب
ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے
نوکِ سناں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں
تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں
بھر دے ابد کا رنگ بشر کی حیات میں
وہ مے جو آفتاب اگلتی ہے رات میں
وہ مے جو ہے غلاف حرم میں چھنی ہوئی
جو عرش پر ہے دست خدا سے بنی ہوئی

رِندوں کو آج ضد ہے، تری دلبری کھلے
رازِ جنون و غایتِ شعلہ سری کھلے
یہ کیا کہ مے کدے کا فسوں سرسری کھلے
اک در نہ کھول، آج تو بارہ دری کھلے
تلچھٹ نہ دے کہ رند یہ خلد و عدن کے ہیں
ادنیٰ سے ہیں غلام مگر پنجتنؑ کے ہیں

میں چاہتا ہوں آج نیا اہتمام ہو
یٰسین کی شراب ہو طٰہٰ کا جام ہو
پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو
ہر رند کے لبوں پہ خدا کا کلام ہو
ہر دل سے آج بغض کا کانٹا نکال دے
بخ بخ کرے کوئی تو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں ہل اتیٰ کی کرن گھول کر پلا
سر پر لوائے حمد خدا کھول کر پلا
چپ چپ سا کیوں ہے آج تو ہنس بول کر پلا
رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا
ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو
پی لیں گناہگار تو حج کا ثواب ہو

ساغر اٹھا کہ چھائی گھٹا جھوم جھوم کر
آئی ہوا نجف کے دریچوں کو چوم کر
ساقی حریمِ دل میں منور نجوم کر
رندوں کو واقفِ درِ بابِ علوم کر
ہم کو پلا وہی جو ولا کی شراب ہو
کم ظرف بادہ خوار کا خانہ خراب ہو

کھول ایسا مے کدہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو
جس کی حدوں پہ بندشِ لوح و قلم نہ ہو
جس میں منافقت کا فسوں محترم نہ ہو
ساغر تراب کا ہو کوئی جامِ جم نہ ہو
ہمراہ تو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں
ورنہ ترے فقیر سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غمِ جاں کی رت ٹلی
غنچے نکھر گئے ہیں کھلی ہے کلی کلی
مہکی ہوئی ہے شہرِ تصور کی ہر گلی
وہ دیکھ سج رہا ہے زچہ خانۂ علی
مصروفِ اہتمام ذبیح و خلیل ہیں
جاروب کش کے روپ میں وہ جبرئیل ہیں

حوروں کے گیسوؤں سے مصلے بنے ہوئے
پھر ان پہ کہکشاں کے ستارے چنے ہوئے
موجِ درود میں وہ ملک سر دھنے ہوئے
پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سنے ہوئے
رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہ جبین کو
جھک جھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

آدم بچھا رہا ہے دعاؤں کی چاندنی
ایوب اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی
ہے آبدار نوح سا انسان کا نجی
آیا ہے خضر ساتھ لیے خمس زندگی
یعقوب بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے
یوسف ہے ساتھ مشعلِ ہستی لیے ہوئے

ہر سو ردائے ابر کرم ہے تنی ہوئی
ذروں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی
شبنم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی
مکہ کی سر زمیں ہے معلّٰی بنی ہوئی
آئی ہے کون دیکھنے اس اہتمام کو
جھکنے لگی ہیں مریم و حوا سلام کو

آئے ہیں بہر دید سوا لاکھ انبیاء
اول ابو البشر ہیں تو آخر ہیں مصطفیٰ
اک سمت انبیاء ہیں تو اک سمت اولیاء
دونوں کے درمیان ہے عمرانؑ کا قافلہ
بلقیس اک طرف ہو سلیماں خیال کر
بنتِ اسد چلی ہے ردا کو سنبھال کر

وہ انبیاء کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا
ہر سو ہے شورِ سلمہا وردِ مرحبا
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ سردارِ انبیاء
بنتِ اسد چلی ہے سوئے خانہء خدا
ساعت یہی ہے شاہد حق کے شہود کی
ذروں سے آ رہی ہے صدائیں درود کی

بنتِ اسد چلی یہ صدائیں لیے ہوئے
ہونٹوں پہ باوقار دعائیں لیے ہوئے
آنکھوں میں اوجِ حق کی رضائیں لیے ہوئے
قدموں میں انبیاء کی ادائیں لیے ہوئے
چہرے پہ عکسِ موجِ ادب کا سرور ہے
پہلو میں ان کی پہلی امامت کا نور ہے

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھڑی
بنتِ اسد یہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی
نازل ہوئی فلک سے وہ الہام کی لڑی
آئی صدا ''نہ جا گل عصمت کی پنکھڑی''
دیوار در بنے کہ زمانے میں دھوم ہو
ظاہر کمالِ مادرِ بابِ علوم ہو

ساقی نہ چھیڑ ہے یہی آغازِ امتحاں
دھڑکن زمیں کی چپ ہے تو ساکت ہے آسماں
خاموش اے قیامتِ ہنگامہء جہاں
کعبے میں جارہی ہے وہ اک بت شکن کی ماں
قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے
جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ
تارِ نفس کو چھیڑ کے چھیڑا ہوا نے راگ
خوش ہوگئی زمیں کہ اسے مل گیا سہاگ
ساقی شراب لا کہ بجھے تشنگی کی آگ
ظلماتِ دو جہاں کی ردا چاک ہوگئی
نازل ہوئے علی تو فضا پاک ہوگئی

بنتِ اسد کی گود سے ابھرا اک آفتاب
ہاں اے تراب تجھ کو مبارک ہو بوتراب
کوثرؔ چھلک ذرا، ترا ساقی ہے لاجواب
بطحا کی سرزمین، سلامت یہ انقلاب
عمران جھومتے ہیں کہ زہرہ جبیں تو ہے
اب خوش ہیں مصطفیٰ کہ کوئی جانشیں تو ہے

آدم ہے خوش کہ اس کی دعا کو اثر ملا
عیسیٰ ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر ملا
ایوب کو بھی قبر کا شیریں ثمر ملا
یوسف کو اپنے حسن کا پیغام برملا
مسرور ہے فضا، کوئی محشر بپا نہ ہو
سہمے ہوئے ہیں بت کہ حقیقی خدا نہ ہو

ترتیبِ خال و خد سے نمایاں ہے برتری
پیکر کے بانکپن پہ نچھاور دلاوری
چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پیمبری
آنکھوں میں وہ غرور کہ حیراں ہے داوری
آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں
خوشبو ہے داوری کی بشر کے لباس میں

ساقی شراب لا کہ طبیعت مچل گئی
لغزش مرے شعور کی مستی میں ڈھل گئی
نبضِ قلم بہکنے لگی تھی سنبھل گئی
رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی
تجھ پر رموزِ رونقِ ہستی عیاں کروں
کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

مولا علیؑ شعورِ بشر، فکرِ ارجمند
ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند
وہ جس کا مرتبہ نبی آدم سے ہے بلند
چھڑکا ہے جس نے موت کے چہرے پہ زہر خند
جو نقطہء عروجِ فروع و اصول تھا
بستر پہ سو گیا تو مکمل رسول تھا

ایسا کریم جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا علیم علم کو جس سے مدد ملے
ایسا عظیم جس کی ادا میں احد ملے
ایسا سلیم جس میں شعورِ صمد ملے
دنیا و دیں میں جس کو وہ نام و نسب ملا
خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملا

کشور کشائے فکر، شجاعت کا بانکپن
صابر، سخی، کریم، رضا جو، وہ بت شکن
نانِ جویں کا ناز، قناعت کی انجمن
دل کا سرور، جرات و احساس کی چبھن
جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا
جس کا شعور بوسہ گہِ جبرئیل تھا

خیبر کشا، یقین کا پیکر وہ بوتراب
تاریخ کی جبیں وہ فتح مبیں کا باب
سرچشمہء نجات بشر جس کا اضطراب
جس کے وجود سے ہے رخِ دیں کی آب و تاب
جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا
خطروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ ناز پہ کج تھا بقا کا تاج
وہ بوتراب، شمس و قمر سے جو لے خراج
وہ خلق، اقتدار و سخاوت کا امتزاج
جس نے زمیں پہ رہ کے فلک پر کیا تھا راج
سلطانیِ بہشت بریں کی نوید لی
اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی

وہ دیں کی سلطنت میں شرافت کا تاجدار
وہ مظہرِ جلالِ خداوندِ روزگار
وہ بوریا نشیں وہ شہِ کہکشاں سوار
وہ بندۂ خدا وہ خدائی کا افتخار
جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے علم کی چھاؤں رسالت پناہ تھی

جس نے ہوا کی زد پہ منور کیے چراغ
جس کے یقیں نے توڑ دیئے جہل کے ایاغ
جس نے بہم کیے تھے رموزِ دل و دماغ
وہ پھول جس سے طبعِ رسالت تھی باغ باغ
جس کے لہو سے چہرۂ ہستی نکھر گیا
وہ نقش جو دلوں کی تہوں میں اتر گیا

علیؑ کی شادی

فضا معطر، خلا منور، سما ہے مصروفِ کجکلاہی
زمیں کے آنچل کی ہر شکن میں سمٹ رہی ہے جہاں پناہی
حجر شجر مست و محوِ نغمہ، بشر بشر وقفِ خوش نگاہی
گھٹا ہے مشغولِ عکس بندی کہ رقص کرتے ہیں مرغ و ماہی
مزاجِ گلبانگِ عقل چونکے، درود کی جلترنگ جاگے
ہوا رگِ جاں کو چھیڑتی ہے، علیؑ ولی کا ملنگ جاگے
وہ پھول مہکے، وہ رنگ دہکے، طیور چہکے تو مست بہکے
کلی جو چٹکی، ہوا کو کھٹکی، چمن سے اٹکی کہ شاخ مہکے
حیات لپکی، پلک نہ جھپکی، ہزار جلووں کے پاس رہ کے
گھٹا سے چھن کر، فضا میں تن کر، وہ چاند نکلا یہ بات کہہ کے
مجھے نہ روکو کہ بن سنور کر ہزار محشر جگا رہا ہوں
ہے جس کی الفت کا داغ دل میں اسی کی شادی میں جا رہا ہوں

وجود ان کا مرا تعارف، یہ میری پہچان ہیں جہاں میں
انہی کے دم سے یہ روشنی ہے یہ صورت جان ہیں جہاں میں
انہیں بنا کے میں سرخرو ہوں، یہ میرا عرفان ہیں جہاں میں
دلیلِ ایمان پوچھتے ہو، یہی تو ایمان ہیں جہاں میں
انہی کی خِلقت سے ہے یہ خلقت نہ جاگتے یہ، جہان سوتا
انہی کی خاطر بنائی دنیا، جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا
انہی کی چشمِ کرم سے بگڑے ہوئے مقدر سنبھل گئے ہیں
کبھی میں ان سے بہل گیا ہوں کبھی یہ مجھ سے بہل گئے ہیں
مری رضا کے عظیم تاجر مرے ارادے بدل گئے ہیں
فلک پہ اک تھے زمیں پہ آ کر یہ پانچ بحروں میں ڈھل گئے ہیں
انہی میں دو بحر مل رہے ہیں تمام عالم ہے شاد میرا
کہ ان میں اک لختِ مصطفیٰ ہے تو دوسرا خانہ زاد میرا
زمینِ بطحا مثالِ جنت عروسِ عالم بنی ہوئی ہے
اصولِ دیں کے ستوں ہیں محکم، حیا کی چادر تنی ہوئی ہے
ہر ایک ذرّے کی آسمانوں سے آج کی شب ٹھنی ہوئی ہے
کرن کرن اک حریرِ عصمت کے آنچلوں میں چھنی ہوئی ہے
لدی ہوئی ہے حنا کی کلیوں سے آج طوبیٰ کی ڈالی ڈالی
علیؑ کی خاطر نبیؐ کے در پر ہے آج توحید خود سوالی

ادھر فلک پر حریم وحدت میں نور کا سائباں سجا ہے
سبھی فرشتے طلب ہوئے ہیں ہر ایک نوری جھکا کھڑا ہے
ادھر سے شمس و نجوم و سیارگاں کا بھی قافلہ چلا ہے
سنو سنو کون نوریوں کو خدا کا پیغام دے رہا ہے
وہ کون خوش بخت ہے کہ اس دم ہماری رحمت کو آزمائے
علیؑ کی شادی کا نامہ بر بن کے جو درِ مصطفیٰؐ پہ جائے
یہ حکم سن کر بڑھے فرشتے کہ اپنی قسمت کو آزمائیں
سروں پہ دستار زہد رکھی، درست ہونے لگیں قبائیں
حضورِ وحدت تھرک رہی ہیں گلے میں سہمی ہوئی صدائیں
ادھر سے جبریل، اس طرف شمس لے کے آئے کئی دعائیں
تو کون، جبریل اک طرف ہو نئے پیامی کو بھیجنا ہے
جناب سورج ہوں، اک طرف ہو، تجھے سلامی کو بھیجنا ہے
صدا یہ آئی کہاں ہے زہرہ، کہ آج زہراؑ کے در پہ جائے
ہمارا پیغام انتہائی ادب سے جا کے انہیں سنائے
نہ دستکیں دے، نہ آہٹیں ہوں، نہ بے ادب ہو، نہ مسکرائے
بس اس طرح جائے جیسے مومن خود اپنے خالق کے در پہ آئے
نبیؐ کی چوکھٹ پہ بوسہ دے کر کہے کہ اب یہ اصول ہوگا
جو سر سے پاؤں تلک خدا جیسا ہو وہ زوجِ بتول ہوگا

فلک سے زہرہ اتر رہا ہے کہ جیسے الہام دل میں آئے
کہ جیسے اک بے ریا نمازی بڑی عقیدت سے حج کو جائے
بدن پہ اوڑھے قبائے عصمت لبوں پہ صلِ علیٰ سجائے
وہ جا رہا ہے کہ جیسے قاری غلافِ قرآں پہ سر جھکائے
نشہ مودت کی مے کا زہرہ کے دل میں شاید سما گیا ہے
وہ جا رہا ہے' وہ آ رہا ہے' درود پڑھ لو وہ آ گیا ہے

یہ انبیاء ہیں یہ اولیا ہیں' علیؑ ولی کی برات دیکھو
خضر چھڑکتا ہے ہر برائی کے رخ پہ آبِ حیات دیکھو
نشے کے عالم میں جھومتی ہے شعور کی کائنات دیکھو
یہ بزم دیکھو' یہ لوگ دیکھو' یہ رنگ دیکھو' یہ رات دیکھو
کئی بہاریں گزر گئی ہیں' کھلا نہ ایسا چمن جہاں میں
کہاں خدائی میں ایسا نوشہ کہاں ہے ایسی دلہن جہاں میں

لو ہو چکا عقد مرتضیٰ کا' کہو کہ صلے علیٰ مبارک
علیؑ ولی کو نبیؐ کے گھر میں ملا ہے جو مرتبہ مبارک
تمام نبیوں کو آج کی شب ملا ہے مشکل کشا مبارک
امام اپنا ہمیں سلامت' نصیریوں کو خدا مبارک
خدا کا دیں بارور ہوا ہے چمن امامت کا کھل اٹھا ہے
جنابِ عمران کو نبوت کی پرورش کا صلہ ملا ہے

سہرا

یہ اولیاء کا غرور سہرا' یہ انبیاء کا وقار سہرا
تمام قرآں کی روح سہرا' تمام دیں کا نکھار سہرا
تمام پھولوں تمام کلیوں کی بزم کا افتخار سہرا
مزاجِ آدم کی وادیوں میں خلوص کی آبشار سہرا
تمام سہروں کی انجمن میں ہے اس لیے تاجدار سہرا
یقیں ہے حوروں نے خود پرویا ہے خلد میں بار بار سہرا
جو خوش ہوئے ہیں کلی کلی ان کو دے رہی ہے دعائیں اب تک
کہ اس کے تاروں سے پھوٹتی ہیں علیؑ ولی کی ادائیں اب تک

علیؑ

آباد دما دم آدم کی شہ رگ میں علیؑ تن تن میں علی
لفظوں میں علیؑ نبضوں میں علیؑ سانسوں میں علیؑ دھڑکن میں علی
اشکوں میں علیؑ آہوں میں علیؑ پلکوں میں علیؑ اکھین میں علی
دریا میں علیؑ موجوں میں علیؑ بادل میں علیؑ ساون میں علی
سرمست پون رم جھم میں علیؑ بجلی میں علیؑ خرمن میں علی
جھرنوں کی جھپکتی آنکھوں میں تاروں سے بھرے آنگن میں علی
شہروں کی چہکتی شورش میں چپ چاپ دھڑکتے بن میں علی
احساس کی ہریالی میں علیؑ ایماں کے ہرے گلشن میں علی
پاتال کی تہہ میں تخت نشیں افلاک بکف بھگون میں علی
یٰسین کی نون گواہی دے طٰہٰ کے سجل درشن میں علی
واللیل کی قدر کا صدر سجھ والعصر کے کل کندن میں علی
کوثر کے حسن کا سرچشمہ طوبیٰ کے جل جوبن میں علی

قرطاس و قلم کا رکھوالا تقدیر کے ہر بندھن میں علی
لوحِ محفوظ میں وجہ اللہ توحید نما درپن میں علی
افلاک تلک مسند آرا بے مسکن کے مسکن میں علی
کعبے میں علیؑ قبلے میں علیؑ مولد میں علیؑ مدفن میں علی
معصوم گواہی عیسیٰ کی موسیٰ کے سخنور فن میں علی
یوسفؑ یعقوب کا دردنگر ایوب کے شبھ شیون میں علی
اسرارِ شب اسریٰ کی قسم آیات کے اجلے پن میں علی
نوروز کی ضو میں جلوہ نما اور چودھویں رات کے چن میں علی
فولاد صفت کا آیا ہے اسلام کی ہر الجھن میں علی
خیبر میں علیؑ خندق میں علی اور بدر و احد کے رن میں علی
معراج کی رات کی بات کرو ہر بات کی ہر الجھن میں علی
قاب قوسین کے نرم حسیں ریشم سے بنی چلمن میں علی
ہر مولائی کا ان داتا ہر خاک نشیں کے من میں علی
پورب میں علیؑ پچھم میں علیؑ اتر میں علی دکھن میں علی
قرآن اٹھا کر کہتا ہوں بسم اللہ کے دامن میں علی
حیدر سے عداوت مت رکھنا ہر گام پہ ٹھوکر کھاؤ گے
پچھتاؤ گے گھبراؤ گے بردوشِ ہوا جل جاؤ گے

علی علی کیا کرو

نظر بھی مست مست ہے، فضا بھی رنگ رنگ ہے
دھلے دھلے ہیں ولولے نئی نئی امنگ ہے
ہوا کی موج موج میں، درود کی ترنگ ہے
جنوں کی رت کی راگنی سر رباب و چنگ ہے
مئے ولا کی چھاپ سے نشے میں اَنگ اَنگ ہے
ہر ایک بادہ خوار کا لباس شوخ و شنگ ہے
نہ خواہشِ نمود ہے نہ فکر نام و ننگ ہے
ادھر جناب شیخ کی نظر ذرا سی تنگ ہے
ادھر غرور فقر میں مگن کوئی ملنگ ہے
جو کہہ رہا ہے دوستو سدا مگن رہا کرو
میں بے نیاز دہر ہوں مری طرح جیا کرو
جو دل کہے کیا کرو، کسی کی مت سنا کرو
علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

پلا پلا مئے ولا کہ ہم بھی میکسار ہیں
تری قسم ہے ساقیا، ازل سے بے قرار ہیں
نہ پوچھ کب سے تشنہ لب ہیں محوِ انتظار ہیں
یہ پیاس تجھ پہ قرض ہے یہ حوصلے ادھار ہیں
بہت غرور بھی نہ کر کہ میکدے ہزار ہیں
مگر جو بابِ علم ہے، ہم اس کے بادہ خوار ہیں
وہ میکدہ عجیب ہے، عجیب برگ و بار ہیں
وہیں تمام انبیا قطار در قطار ہیں
ہیں اس کے در، چہار دہ مگر اصول چار ہیں
پیو تو پانچ وقت بارہ جام ہی پیا کرو
یہاں سے مئے پیو تو اس کا اجر بھی دیا کرو
ولا کی مئے تو فرض ہے، یہ فرض یوں ادا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

وہ دیکھئے جھومتی گھٹا کو چومتی جوانیاں
فضا میں سات رنگ کی وہ ٹوٹتی کمانیاں
ابھر رہی ہیں دجلہ و فرات کی کہانیاں
طبیعتوں میں آ گئی ہیں کوثری روانیاں
کہاں یہ وقت ہے سہوں کسی کی حکمرانیاں

پلا پلا کہ میں کروں تری قصیدہ خوانیاں
تمام کائنات پر ہیں تیری مہربانیاں
فضا، گھٹا، ہوا، نشہ سبھی تری نشانیاں
نقاب رخ اٹھا ذرا ''وے مہربان جانیاں''
نقابِ رخ سرک چلا ہے مے کشو دعا کرو
گل مراد کھل رہا ہے منتیں ادا کرو
وہ میکدے کا در کھلا ہے اب یہی صدا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو کہ مے کشو یہی ولایتی شراب ہے
شراب کیا ہے، انبیاء کی آبرو کا خواب ہے
یہ میکدے کا نور ہے، یہ طور کا شباب ہے
اسی کا کیف دوستو، خلاصہء کتاب ہے
یہ راس ہو تو پھر رضائے حق بھی ہمرکاب ہے
نہ راس ہو تو زندگی عذاب ہی عذاب ہے
یہ فرش پر بنی ہوئی بست بو تراب ہے
مگر فرازِ عرش پر خدا کا انتخاب ہے
اسی کے فیض سے ہر ایک دوست کامیاب ہے
مگر اسی کے غیض سے عدو کا دل کباب ہے

اسی شراب سے تو دل کو تازگی عطا کرو
یہی شراب پی کے روح کو جلا دیا کرو
بقدر ظرف دوستو یہ مئے بھی پی لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو، غدیر خم کی سمت لے چلیں تمہیں ذرا
وہ آ رہا ہے پھر پلٹ کے حاجیوں کا قافلہ
وہ قافلہ کہ جس کے رہنما ہیں ختم انبیا
یہ دوپہر کی دھوپ یہ اجاڑ دشت کی فضا
یہ آسماں زمیں کی سمت آگ پھینکتا ہوا
وہ پیاس ہے کہ حلق میں اٹک رہی ہے ہر صدا
یہ کیوں ہوائیں تھم گئی ہیں، دفعتہً یہ کیا ہوا
فضا خموش ہو گئی کہ دشت بولے لگا
یہ کون سامنے ہوا، ٹھہر گئے ہیں مصطفیٰؐ
سنو اداس مے کشو ذرا تو حوصلہ کرو
نہ اس قدر خموشیوں میں بولتے رہا کرو
کسی کی بات بھی کبھی کبھی تو سن لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

ارے یہ جبرئیل ہے، مگر یہ کیوں بدل گیا؟
نہ اب وہ احترام ہے نہ ہے ادب کا سلسلہ
نہ اب خطاب ایھا المزمل نہ انّما
نظر میں اک جلال ہے، جبیں پہ بل پڑا ہوا
نبی کو کر رہا ہے آزمائشوں میں مبتلا
وہ کہہ رہا ہے اے رسول، سن پیامِ کبریا
یہ حاجیوں کا قافلہ یہیں کہیں بٹھا ذرا
سنا تھا عرش پر جو ہم سے آج وہ انہیں سنا
ہمارے حرف حرف کو عمل کا آئینہ دکھا
اگر یہ کام رہ گیا، نہ تو نبی نہ میں خدا
سنا ہے تم نے مے کشو بہت نہ غل بپا کرو
ذرا نشے کے رنگ کو مزاج سے جدا کرو
دل و دماغ و ذہن کے تمام در بھی وا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

فضا پہ اک سکوت ہے، نظر نظر خموش ہے
ہوا پہ مہر لگ گئی، شجر شجر خموش ہے
ادھر فلک بھی رک گئے، زمیں ادھر خموش ہے
وہ نبض شام تھم گئی، لب سحر خموش ہے

بجھے ہوئے ہیں بحر و بر کہ خشک و تر خموش ہے
دمک رہی تھی جو ابھی وہ رہگذر خموش ہے
پیمبری ہے دم بخود کہ نامہ بر خموش ہے
فلک تو خیر اک طرف، بشر بشر خموش ہے
نبی کا دل دھڑک اٹھا، خدا کا گھر خموش ہے
وہ لب کشا ہوئے نبی کہ دوستو دعا کرو
جو وہ کہے وہ میں کہوں گا اور تم سنا کرو
خدا کا حکم ہے مجھے کہ تم ہی ابتدا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

یہی علی جو دلبری کے شہر کا مکین ہے
یہ ہے فلک کا سرپرست، والدِ زمین ہے
رموزِ کن کی سب امانتوں کا اک امین ہے
یہ مہر و ماہتاب کے نگر کا مہ جبین ہے
یہ راز دار و آشنائے رمزِ ماؤ طین ہے
خدا کا نور جس کا حسن ہے یہ وہ حسین ہے
یہ میرا ہم نفس بھی ہے یہ میرا ہم نشین ہے
زمین و آسماں کی خلق میں یہ بہترین ہے
سنو سنو کہ آج سے یہ میرا جانشین ہے

یہ حکم ہے کہ آج سے اسی کی اقتدا کرو
جو مشکلیں پڑیں تو اس کے در سے التجا کرو
سنو سنو کہ ہر جگہ یہی سبق دیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

فلک سنیں ملک سنیں، زمیں کا ہر بشر سنے
فضائے خشک و تر سنے، ہوائے بحر و بر سنے
ہر ایک قصر، جھونپڑی ہر ایک بام و در سنے
چرند بھی، پرند بھی، حجر سنے شجر سنے
اجاڑ جنگلوں میں ہر طرح کا جانور سنے
سمندروں کی تہہ میں سیپیاں سنیں گہر سنے
تمام انبیا، ولی، وصی، قطب، نظر سنے
ہر ایک ماں سنے اسے، پدر سنے پسر سنے
نبی کے ہاتھ میں علی کا ہاتھ دیکھ کر سنے
اسی علی کو آج سے مرا وصی کہا کرو
یہ ہے وسیلہء خدا اگر خدا خدا کرو
مری بجائے اس سے عمر بھر مدد لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

علی وقارِ انبیاءؑ علی دلِ پیمبری
علی پہ آ کے ختم ہے یہ جلوۂ سخنوری
علی ولی نہیں فقط کرے ہے اولیا گری
علی کے دم سے سرخرو ہے قنبری کہ بوذری
علی نے کم سنی میں بھی دکھائی ہے وہ صفدری
کہ ختم ہو کے رہ گئی جہاں میں رسم اژدری
علی کے آگے ہیچ ہیں نبی کے اور لشکری
کہاں احد سے بھاگنا کہاں جلال حیدری
جناب شیخ آپ نے بھی منصفی عجب کری
علی کے دشمنوں کا زور دیکھ تو لیا کرو
کبھی کبھی تو عدل پر بھی فیصلہ دیا کرو
جناب شیخ بغض مرتضٰی میں مت جیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

علی ہے کون تم غدیر خم پہ آ کے دیکھ لو
علی کو مشکلوں کے وقت آزما کے دیکھ لو
اسی میں رنگ ڈھنگ ہیں کل انبیاء کے دیکھ لو
یہ کون در گرا رہا ہے مسکرا کے دیکھ لو
کہاں پہ ختم سلسلے ہیں صوفیا کے دیکھ لو

ہیں کون رازداں جہاں میں کبریا کے دیکھ لو
علی کو تم مقامِ حق سے بھی گرا کے دیکھ لو
اسی میں ہی ملیں گے حوصلے خدا کے دیکھ لو
بروزِ حشر خم جبینِ مرتضٰی کے دیکھ لو
علی کے دشمنو حسد کی آگ میں جلا کرو
سنے گا کون حشر میں، ہزار التجا کرو
کہا نہ تھا یہ ہم نے اس مرض کی کچھ دوا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

سودا

اس نے کہا کہ مجھ کو یہ "سونا" پسند ہے
اس نے کہا یہ جنس ہی اتنی بلند ہے!
اس نے کہا کہ منصب بازار کون ہے؟
اس نے کہا کہ آج خریدار کون ہے؟
اس نے کہا کہ نام بتانا ضرور ہے؟
اس نے کہا کہ جنس پہ مجھ کو غرور ہے؟
اس نے کہا کہ چھوڑ بھی اب جانتا تو ہے
اس نے کہا کہ تو مجھے پہچانتا تو ہے
اس نے کہا کہ نام کی اب ضد نہ کیجیے
اس نے کہا کہ اور دکاں دیکھ لیجیے
اس نے کہا کہ دیکھ فضا کتنی نیک ہے
اس نے کہا یہ جنس کروڑوں میں ایک ہے

اس نے کہا کہ نام پہ اڑنے سے فائدہ
اس نے کہا کہ مفت بگڑنے سے فائدہ
اس نے کہا کہ کیسے تیرے دل میں گھر کریں
اس نے کہا کہ بات ذرا مختصر کریں
اس نے کہا کہ سن وہ احد ہے عدد نہیں
اس نے کہا کہ جنس کے بھی خال و خد نہیں
خوش ہو کہ ذات ہے حق بنی مشتری تری
پہلے بھی اس پہ قرض ہے انگشتری مری
اس نے کہا کہ وہ تو سخاوت کی بات تھی
اس نے کہا حضور مروت کی بات تھی
اس نے کہا کہ وہ تھا اولی الامر کا مقام
اس نے کہا کہ ہم نے بڑھایا تھا تیرا نام
اس نے کہا کہ آج یہ سونا ہے کس طرح
اس نے کہا کہ دیکھ مناسب ہو جس طرح
اس نے کہا کہ جنس کی قیمت سنا مجھے
اس نے کہا کہ اپنا ارادہ بتا مجھے
اس نے کہا میں بھاؤ چکاتا نہیں کبھی

اس نے کہا میں نرخ بتاتا نہیں کبھی
اس نے کہا کہ صاحبِ معیار بن کے آ
اس نے کہا کہ تو بھی خریدار بن کے آ
اس نے کہا کہ جنس پہ چادر ہے کس لیے؟
اس نے کہا کسی کی نظر ہی نہ لگ سکے
اس نے کہا کہ جنس ذرا وقف دید کر
اس نے کہا کہ اس کو پرکھنا خرید کر
اس نے کہا کہ کچھ تو مرے دل کا کر خیال
اس نے کہا کہ ہاتھ ادھر لا ادھر سنبھال
اس نے کہا کہ کوئی عدو کاروبار میں
اس نے کہا کہ رو رہا ہوگا وہ غار میں
اس نے کہا کہ جنس کے بارے میں کیا کریں؟
اس نے کہا کہ آپ ہی کچھ فیصلہ کریں
اس نے کہا کہ آج سے ارض و سما ترے
اس نے کہا کہ وہ تو نہیں نقش پا مرے
اس نے کہا کہ شمس و قمر بھی ترے غلام
اس نے کہا کہ یہ مری انگشت کا ہے کام

اس نے کہا قضا و قدر بھی ہے تیرے نام
اس نے کہا کہ ان سے تو کھیلے مرے غلام

اس نے کہا خدائی کے سجدے ترے نثار
اس نے کہا کہ وہ مری اک ضرب کا غبار

اس نے کہا کہ لوح و قلم بھی ترے سپرد
اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری دستبرد

اس نے کہا کہ وارثِ لیل و نہار تو
اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری آبرو

اس نے کہا سزا و جزا تجھ پہ منحصر
اس نے کہا کہ مشتری مطلب کی بات کر

اس نے کہا کہ خلد بھی تیری کنیز ہے
اس نے کہا کہ وہ مرے بچوں کی چیز ہے

اس نے کہا کہ ساقی کوثر بھی تو ہے اب
اس نے کہا میرے مراتب بڑھیں گے کب؟

اس نے کہا کہ فاتح خیبر ترا لقب
اس نے کہا کہ بات تو بننے لگی ہے اب

اس نے کہا کہ میرے فرشتے تیرے غلام
اس نے کہا کروں گا تری بندگی مدام

اس نے کہا کہ بدر و احد بھی تجھے نصیب
اس نے کہا کہ اس سے جلیں گے مرے رقیب

اس نے کہا کچھ اور بھی کرنا ہے اب وصول
اس نے کہا کہ جو تری مرضی ہو سب قبول

اس نے کہا پھر آج سے میری رضا ہے تو
میں تیرا مدعا ہوں مرا مدعا ہے تو

اس نے کہا کہ بس میری سرکار شکریہ
اس نے کہا نہیں ترا سو بار شکریہ

تھا مشتری بھی خوش، مرا تاجر بھی سو گیا
"سونا" علی کے صدقے میں انمول ہو گیا

ورودِ بوتراب

دھڑک رہی ہے زندگی، دلوں میں اضطراب ہے
خلا بھی ہے سجا سجا، فضا بھی لاجواب ہے
زباں زباں پہ موجزن ترانۂ شباب ہے
حرم کی سر زمین پر عجیب انقلاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

بکھر رہے ہیں دائرے جمالِ ذوالجلال کے
جلے تو جل کے بجھ گئے عدو نبی کی آل کے
ملنگ کہہ رہے پھر دھمال ڈال ڈال کے
مٹی مٹی ہیں ظلمتیں، طلوعِ آفتاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

رکی ہوئی ہیں نبضِ بحر و بر کی سب روانیاں
زباں زباں پہ انما کی دلنشیں کہانیاں
ہر ایک سو رواں دواں خدا کی مہربانیاں
ہر ایک رخ ہے آئینہ غضب کی آب وتاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

یہاں وہاں ادھر ادھر جلی جلی کی دھوم ہے
چمن چمن، کلی کلی، ولی ولی کی دھوم ہے
نگر نگر گلی گلی، علیؑ علیؑ کی دھوم ہے
یہی صدائے دلنشیں ہمارا انتخاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

خیبر

سلطانِ عرب، معراج نسب اے ناصرِ ارض و سما مددے
اے مرکزِ عالم علم و یقیں اے محورِ صبر و رضا مددے
اے رہبر کامل منزلِ حق، اے پیکرِ صدق و صفا مددے
اے حلم کا گھر اے علم کا در حیدر صفدر ایلیا مددے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مددے

میرا دل میرن مرے دیں کا چمن مرا شعلہ بدن ذرا سامنے آ
مرا شوخ سخن میری لے مرا فن مرا تن من دھن ذرا سامنے آ
مرا روپ گگن، مرا ڈھول سجن، مری جاں مرا چن ذرا سامنے آ
ذرا سامنے آ مرا روپ بڑھا، میری سج دھج شانِ سخا مددے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مددے

تو کہاں ہے بتا مرے ابن ابیؑ تجھے ڈھونڈ رہا ہے خدا کا نبیؐ
تری خوش لقبی پہ یہ لوگ ہنسیں، میری حق طلبی کی ہے بے ادبی
کوئی مونس جاں نہیں تیرے سوا، مکی، مدنی، عجمی، عربی
یہاں تیرگیِ باطل ہے بہت، اے روشنیِ بطحا مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مددے

پھر کھینچ طنابیں دھرتی کی، پھر آج نئے انداز سے آ
کونین کی نبضیں تھم جائیں، اس طور سے آ اس ناز سے آ
خیبر سے مدینہ دور سہی، طاقت سے نہیں اعجاز سے آ
اے صاحبِ حی علیٰ مددے، اے وارثِ مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مددے

کیا عرض کروں یہ شہر مرے، کس بزدل گود کے پالے ہیں
سب صورت کے اجیالے ہیں، پر من اندر سے کالے ہیں
بے وقت کے روگی جوگی ہیں، بے موقع رونے والے ہیں
اب ان سے جان چھڑا میری، اے سایۂ بالِ ہما مددے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مددے

مجھے عرش پہ جب کیا حق نے طلب، معراج کی شب ذرا یاد تو کر
وہاں تیرے سبب ہوا حال عجب، وہی بزمِ طرب ذرا یاد تو کر
میں تھا مہر بہ لب، مجھے یاد ہے سب، یہی کہتا تھا رب ذرا یاد تو کر
کبھی وقت پڑے تو اے ختم رسل یہی کہنا کہ غیب نما مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی، تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مددے

تک سوئے فلک، مرے عرش تلک، ہے یہ جس کی جھلک وہ علی تو نہیں
نگراں ہیں ملک، نہ جھپک تو پلک، ہے یہ جس کی چمک وہ علی تو نہیں
ہوئی ایسی کڑک، گیا دل بھی دھڑک، مجھے پتا ہے شک وہ علی تو نہیں
پڑھو صل علیٰ وہ علی آ گیا، کہو قبلہ و کعبہء ما مددے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مددے

جبریل کے پر، کفار کے سر، ہشیار کہ شیر ببر آیا
اے قلب و جگر، اے فکر و نظر، تیار کہ شیر ببر آیا
تاروں کے نگر، دھرتی کے سپر، بیدار کہ شیر ببر آیا
اے نازِ دلِ عقبیٰ مددے، اے تاجِ سرِ زہراؑ مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مددے

گھوڑا

لے میں تو چل پڑا ہوں بپھر کے ببر کی چال
اب تو بھی مست ہو کے نقابوں سے منہ نکال
میں سر اڑا رہا ہوں، فضا میں انہیں اچھال
اعضا مرے سپرد ہیں، روحوں کو تو سنبھال
میرے سموں کی سم پہ تو شل ہے اجل کی تال
فرصت نہیں کہ پوچھ سکوں اب میں تیرا حال
اپنے ہر ایک وار کو رقصِ قضا میں ڈھال
میں چال کا دھنی ہوں تو میرا نہ کر خیال
اب وقت ہے کہ بدلہء بغض وعناد لے
ہر ضرب پر گرفتِ یداللہ سے داد لے

تلوار

چنچل، چمک کے چرخ پہ چل چل مچل کے چل
بجلی بدن کی باگ بنا، بن بدل کے چل
دھرتی کو مثلِ برگِ گل تر مسل کے چل
اندھی اٹل اجل سے بھی آگے نکل کے چل
اعدا نگاہِ بد سے نہ دیکھیں، سنبھل کے چل
چہرے پہ گردِ آیہء والطین مل کے چل
ہر دشمن علیؑ کو سموں سے کچل کے چل
لیکن میں جس کو چھوڑ دوں تو اس سے ٹل کے چل
بیٹھا ہے کبریا کا اسد تیری زین پر
کربل کے آسماں کو اڑا دے زمین پر

مرکب

یہ بات ہے تو پھر مرے تیور بھی دیکھنا
کھل کھل کے کھیلتے ہوئے جوہر بھی دیکھنا
چلتی ہوئی عذاب کی صرصر بھی دیکھنا
خونِ عدو سے روئے زمیں تر بھی دیکھنا
خیبر میں آج موت کے چکر بھی دیکھنا
ٹاپوں کی دھن پہ اڑتے ہوئے سر بھی دیکھنا
میدان چھوڑتے ہوئے لشکر بھی دیکھنا
حملے مرے زمیں سے فلک پر بھی دیکھنا
قدموں میں اضطراب، نگاہوں میں کیف ہے
مولا سے آج داد نہ لوں گر تو حیف ہے

تلوار

جی چاہتا ہے آج قیامت کا رَن پڑے
گردن سے سر جدا ہوں، بدن پر بدن پڑے
کہرام وہ مچے کہ فلک سے نہ بن پڑے
جھنکار سے اجل کی جبیں پر شکن پڑے
چنگاریوں سے شمس و قمر میں گہن پڑے
میرے ہر ایک وار سے بجلی سی چھن پڑے
جس سمت میرے غیظ و غضب کی کرن پڑے
مولا کے دشمنوں پہ قضا کا کفن پڑے
پیوست ہوں زمیں سے جو میرے شکار ہوں
کوئی شمار کر نہ سکے بے شمار ہوں

غدیر خم

وہ غدیر خم میں اذاں ہوئی وہ سجی خیال کی انجمن
وہ رُخِ شعور پہ ضو پڑی وہ بڑھا حیات کا بانکپن
وہ کلی کھٹک سے چٹک گئی وہ بھٹک بھٹک کے چلی پون
لبِ آرزو پہ دھنک پڑی کھلا خواہشوں کا حسین چمن
دلِ کہکشاں میں اتر گئی وہ ردائے دشت شکن شکن
وہ سواریوں کے قدم رکے، جھکے فرش پر وہ تھکے بدن
وہ فلک کو دیکھ کے ہنس پڑا رخِ ریگزار کا بھولپن
وہ زمیں کے دل میں ہے آرزو کہ ملائے آنکھ ذرا گگن
سوئے مرتضیٰ بڑھے مصطفیٰ بمزاجِ رسم و رہِ کہن
وہ نبی وصی سے ملا ہے یوں ملے جیسے چاند سے اک کرن
وہ علی کا ہاتھ بلند ہے کہاں رہ گئے یہ زمیں زمن
سرِ تختِ ریگ ہے لب کشا وہ امیرِ محفلِ پنجتن
کہا مصطفیٰ نے کہ زندگی مری بات آج سے عام کر
ہے یہی علی مرا جانشیں میرے جانشیں کو سلام کر

سرِ محشر

میں سایۂ طوبیٰ کی خنک رُت سے ہوں واقف
مولاؑ تری گلیوں کی مگر چھاؤں گھنی ہے
اب کس سے کہوں کیا ہے ترے ہجر کا عالم؟
جو سانس بھی لیتا ہوں وہ نیزے کی انی ہے
یہ درد کی دولت بھی میسر کسے ہوگی؟
جو اشک ہے آنکھوں میں وہ ہیرے کی کنی ہے
جو کچھ مجھے دینا ہے زمانے سے الگ دے
وہ یوں کہ زمانے سے میری کم ہی بنی ہے
حاصل ہے اسے سایۂ دامانِ پیمبرؐ
محسنؔ سرِ محشر بھی مقدر کا دھنی ہے

حق ایلیا

سن سن مرا پیغام سن
ہر بات پر یوں سر نہ دھن
اپنی قبائے فکر پر
کلیاں سجا کانٹے نہ چن
حیدرؑ بقا، باقی فنا
ریشم پہن کھدر نہ بن
اک بار پی جامِ ولا
تجھ پر سدا برسے گا ہن
کچھ سوچ تخلیقات پر
اے صاحب فکر و سخن

بنتا ہے جب پیکر کوئی
کہتا ہے کون اس وقت کن
افکار کا سونا بنا
الفاظ کی روئی نہ دھن
اس پر میرا ایمان ہے
آتا ہے مجھ کو ایک گن
مولا علی مشکل کشا
جس کو لیا خالق نے چن
ہاں اے عدوئے مرتضیٰ
حیدر کا تو ہمسر دکھا
جس کو خدا بندہ کہے
بندے کہیں جس کو خدا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا

یہ این و آں یہ خشک و تر
یہ رنگ و بو شام و سحر

ویران ہوئی بستیاں
ہر سمت یہ آباد گھر
یہ غلغلے احساس کے
یہ ہاؤ ہو آٹھوں پہر
ہر دم جواں پیہم رواں
دھرتی فلک شمس و قمر
طوفاں، سمندر، آب جو
ہیرے، صدف، موتی، گہر
رستے مسافر قافلے
منزل قدم گردِ سفر
رنگ فضا، سنگ صدا
کروبیاں، جن و بشر
جو کچھ بھی ہے کونین میں
مولا کی ہے خیراتِ در
سب کچھ اسی کے فیض سے
سب کا وہی ہے چارہ گر
جب اس کا در بجنے لگا

سارا جہاں سجنے لگا
قرآن میں پڑھ ہل اتی
صلے علیٰ صلے علی
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

اے خطۂ ارضِ عرب
کر یاد تو تیرہ رجب
انوارِ کعبہ در نبی
ہم شکل یزداں کے سبب
خالق کے گھر اترے بشر
ہوتا ہے یوں دنیا میں کب؟
بت بھی اسے سجدہ کریں
لوگو یہ ہے بندہ عجب
اوصاف مثل کبریا
سیرت میں بھی اعلیٰ نسب
جب تک نہ دیں احمد زباں

اس وقت تک کھولے نہ لب
اس بندۂ رب کے لیے
کہتا ہے خود بندوں کا رب
اس کی رضا میری رضا
اس کا غضب میرا غضب
میرے نبی کا آسرا
کوئی نہیں اس کے سوا
اب تو بھی ہو وقفِ دعا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا

جھولے میں اک طفلِ حسیں
سویا ہوا ہے نازنیں
بنتِ اسد کا لاڈلا
عالم کا تنہا مہ جبیں
جھک جھک کے دیکھے آسماں
رک رک کے پہچانے زمیں

دہکا ہے رنگ لعل لب
مہکی ہے زلف عنبریں
آنکھیں گلابی جھیل ہیں
چہرہ رخ دین مبیں
اژدر کی پھنکاریں سنو
ٹھہرو ہوئی آہٹ کہیں
پھیلا عدوئے مرتضیٰ
آیا جو جھولے کے قریں
اٹھا وہ دستِ کبریا
اژدر ہوا ٹکڑے نہیں
عالم پہ سکتہ چھا گیا
ہر شخص ہے سہما ہوا
بوجہل کو کہنا پڑا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

ہجرت کی شامِ پر خطر
بھائی کی چادر اوڑھ کر

سویا ہے کتنے چین سے
جاں دادۂ خیر البشر
دیکھا خمارِ خواب میں
منہ چومنے آئی سحر
اعداء کے گھیرے میں مکاں
دشمن کے قبضے میں ہے گھر
منظر سے ہے ظاہر ابھی
تیغوں سے برسیں گے شرر
لیکن یہ منظر چھوڑ دو
آؤ ذرا دیکھیں ادھر
پیغمبری ہے مطمئن
بستر پہ ہے شیر ببر
لپٹا ہے اپنی اصل سے
شاخِ شجاعت کا ثمر
اس سمت خوف وحزن سے
رویا نبیؐ کا ہم سفر
سرورؐ کو کچھ یاد آ گیا

کہنے لگے یوں مصطفیٰ
کیوں بے محل رونے لگا
آ تجھ پہ دم کر دوں دعا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

اک اور منظر دیکھنا
اب سوئے خیبر دیکھنا
بغض و حسد کے روپ میں
مرحب کے تیور دیکھنا
ہیں سرنگوں بیٹھے ہوئے
اصحابِ سرور دیکھنا
رہ رہ کے احمد کا وہاں
اپنا مقدر دیکھنا
آیا سوارِ کہکشاں
اترا وہ حیدر دیکھنا
اک پل میں اب اڑتا ہوا

اک آہنی در دیکھنا
سہمی زمیں اوڑھے ہوئے
جبریل کے پر دیکھنا
آتا ہے کتنے ناز سے
نفسِ پیمبرؐ دیکھنا
سلمان کہتے تھے ادھر
لوگو ہنرور دیکھنا
کیسے چلی تیغِ علی
مردوں کے جوہر دیکھنا
حیدر کی مٹھی میں ذرا
مرحب کا بھی سر دیکھنا
کہتے تھے اس دم مصطفیٰ
یہ ہے پیامِ کبریا
جب بھی ہو دکھ کا سامنا
واجب ہے تم پر یہ صدا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

معراج کی شب آ گئی
ہر سو خموشی چھا گئی
جاگو ذرا اے مصطفیٰ
دیکھو سواری آ گئی
طے ہو چکیں سب منزلیں
روحِ امم لہرا گئی
آیا حجابِ آخری
ساری فضا چرا گئی
چپ چپ ہے حق کا نبیؐ
قسمت کہاں ٹھہرا گئی
یہ ساتھ ہے دیکھا ہوا
انگشت ہی بتلا گئی
پردے کے اندر کون ہے؟
لہجے کی رو سمجھا گئی
ابھری صدائے آشنا
عقدے کئی سلجھا گئی
پوچھا نبیؐ نے ماجرا

آئی صدائے کبریا
اے وارثِ بزمِ کساء
یہ کون ہے بوجھو ذرا
بولے جواباً مصطفیٰ
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

یاد آ گیا کچھ برمحل
سوئے غدیر خم بھی چل
یہ قافلہ کیوں رک گیا؟
پڑنے لگا کیسا خلل؟
اترا ہے کیوں روح الامیں؟
کیوں تھم گیا ہر ایک پل؟
پالان کے منبر پہ کیوں؟
ابھری اذاں اے دل سنبھل
کہتا ہے کون اس دشت میں
حی علیٰ خیر العمل

سن لے زبانِ نور سے
توحید کی تازہ غزل
وہ دے رہے ہیں مصطفیٰ
پیغامِ رب لم یزل
حیدر ہے میرا جانشیں
حیدر مری محنت کا پھل
یہ محورِ ارض و سما
نبیوں کا یہ عقدہ کشا
آدم کا پہلا مدعا
نوحِ نجی کا آسرا
یعقوب کے دل کی دعا
یہ حسن یوسف کی بقا
یہ ابن مریم کی شفا
یہ صدرِ بزمِ اتقیاء
یہ قاطع ظلم و وبا
یہ منزلِ حق آشنا
یہ بندۂ غائب نما

یہ آدمی کا ارتقا
یہ فصل گل موج صبا
یہ ساقیِ حوضِ ولا
یہ ماہ و انجم کی ضیاء
یہ دشمنِ حق کی قضا
یہ سرِ حق کی ابتداء
یہ رازدارِ انما
یہ حوصلوں کی انتہا
یہ صبر میں ڈھالا ہوا
یہ موت کا پالا ہوا
یہ خلد کا سلطاں سدا
یہ دافع قحط و وبا
یہ شافع روزِ جزا
یہ جنگ میں کہسار سا
یہ آئنہ اعمال کا
یہ سو مرض کی اک دوا
یہ کشتیوں کا ناخدا

یہ سازِ حق سوزِ نوا
یہ مرکزِ حسنِ وفا
یہ رازِ نطق تختِ با
یہ لختِ دل عمران کا
ہر اک کا مولا بن گیا
اب مجھ پہ بھی واجب ہوا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا
حق ایلیا

شبیرؑ

شبیر کربلا کی حکومت کا تاجدار
انساں کا ناز، دوشِ نبوت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گداگروں سے ہراساں ہے روزگار
جس نے زمیں کو عرش مقدر بنا دیا
ذروں کو آفتاب کا محور بنا دیا

وہ جس کی بندگی میں سمٹتی ہے داوری
کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری
لٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی یاوری
جس نے سمندروں کو سکھائی شناوری
وہ جس کا غم ہے ابر کی صورت تنا ہوا
صحرا ہے رشکِ موجہء کوثر بنا ہوا

جس کے غلام اب بھی سلیماں سے کم نہیں
جس کا مزار خلد کے ایواں سے کم نہیں
جس کا مزاج وعدۂ یزداں سے کم نہیں
جس کی جبیں لطافت قرآں سے کم نہیں
وہ جس کی پیاس چشمۂ آبِ حیات ہے
وہ جس کا نام آج بھی وجہِ نجات ہے

وہ کہکشاں جبیں وہ ذبیح فلک مقام
جس نے کیا ضمیرِ انا میں سدا قیام
جس نے جبینِ عرش پہ لکھا بشر کا نام
جس کی سخاوتوں کو سخاوت کرے سلام
نوکِ سناں کو رتبۂ معراج بخش دے
جو دست دو فلک کا حسیں تاج بخش دے

کنکر کو دُر بنائے کہاں کوئی جوہری
ایجاد کی حسین نے یہ کیمیا گری
بخشی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
بچوں کو ایک پل میں بناتا گیا جری
وہ جس کے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میر کاروانِ مودت ہے وہ حسینؑ
جو مرکزِ نگاہ مشیت ہے وہ حسین
جو رازدارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسین
جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسین
وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی "نہیں" کو "ہاں" میں بدلنا محال ہے

مولاؑ تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کرنیں وہ پھوٹتی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
پایا ہے وہ مقام ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

حسینؑ

صبا کا سینہ بنے سفینہ ذرا طبیعت رواں دواں ہو
ہوا میں خوشبو کے دائرے ہوں‘ خلا میں کرنوں کا سائباں ہو
زمیں زمرد اگل رہی ہو‘ گلاب گلنار آسماں ہو
ہر ایک کونپل کنول اچھالے‘ کلی کلی کنزِ کن فکاں ہو
چمن کے سینے پہ فصلِ گل کا نشاں باندازِ کہکشاں ہو
جبین کونین پنجتن کے کرم سے فردوسِ انس و جاں ہو
سبھی سمندر ہوں میرے بس میں شجر شجر میرا رازداں ہو
درود کی انجمن سجاؤں‘ دہن میں جبریل کی زباں ہو
خیال ہو سلسبیل جیسا‘ جلو میں لفظوں کا کارواں ہو
چمن سجاؤں میں ہل اتی کا محبتوں سے بھرا جہاں ہو

کہیں قبیلہ ہو اولیاء کا‘ کہیں پہ بہلولؔ کی دکاں ہو
بچھا کے مسند بشارتوں کی دلوں پہ ادراک مہرباں ہو
میں اپنی سوچوں کو آبِ کوثر میں غسل دے دوں تو امتحاں ہو
پڑھوں میں تسبیح فاطمہؑ جب تو کعبۂ فکر میں اذاں ہو
اگر یہ سب کچھ ملے تو مدحِ شہنشہِ مشرقین لکھوں
حیا کی تختی پہ اپنی پلکوں سے پھر میں لفظ حسین لکھوں
حسینؑ کیا ہے؟ خیال خیمہ‘ خلوص خامہ‘ خرد خزانہ
حسینؑ کیا ہے‘ زبانِ وحدت پہ انما کا حسیں ترانہ
حسینؑ کیا ہے‘ ضمیر زمزم‘ خمیر کوثرؑ‘ کرم نشانہ
حسینؑ کیا ہے تمام نبیوں کے دینِ محکم کا آب و دانہ
حسین کیا ہے محیط عالم‘ مشیر مرسل‘ مہ زمانہ
حسین کیا ہے تھکے ہوئے دیں کے درد کا آخری ٹھکانہ
حسین کیا ہے؟ خلوص پرور مشیتوں کا حسیں گھرانہ
حسین کیا ہے؟ تمام غیرت کی ایک آوازِ غازیانہ
حسین کیا ہے‘ یزیدیت کے بدن پہ عبرت کا تازیانہ
حسین وہ ہے کہ جیت جس کو ادب سے جھک کر سلام کر لے
حسین وہ ہے جو نوکِ نیزہ پہ خود خدا سے کلام کر لے

حسین اب بھی سمجھ رہا ہے یزیدیت کے سبھی اشارے
حسین اب بھی لہو سے سیراب کر رہا ہے فلک کنارے
حسین اب بھی سجا رہا ہے زمیں پہ شمس و قمر ستارے
حسین اب بھی بدل رہا ہے ستم کی طغیانیوں کے دھارے
حسین اب بھی سنا رہا ہے سناں پہ قرآں کے درد پارے
حسین اب بھی سنبھل سنبھل کے بچا رہا ہے سبھی سہارے
حسین اب بھی لٹا رہا ہے نبیؐ کے دیں پر سجل دلارے
حسین اب بھی یہ چاہتا ہے کہ مشکلوں میں کوئی پکارے
یزیدیوں کو یہ وہم کیوں ہے کہ صرف اک دن حساب ہوگا
حسین سے جو جہاں بھی الجھے وہیں پہ خانہ خراب ہوگا

مناظرہ زمین وآسماں

اک دن بڑے غرور سے کہنے لگی زمیں
آیا مرے نصیب میں پرچم حسینؑ کا
مہتاب نے کہا میرے سینے کے داغ دیکھ
ہوتا ہے آسماں پہ بھی ماتم حسینؑ کا

پھر آسماں نے ہنس کے کہا حیثیت نہ بھول
تو اوجِ عرش و کرسی و لوح و قلم نہیں
جب سے جبینِ سبط نبی مجھ پہ خم ہوئی
اس دن سے میں بھی عرشِ معلیٰ سے کم نہیں

کہنے لگا فلک کہ ذرا دیکھ اے زمیں
میری بلندیوں کی تو محتاج ہو گئی
صرف ایک شب کو آئے تھے اس سمت مصطفیٰ
وہ شب جہان میں شب معراج ہو گئی

چھیڑا ہے تذکرہ شبِ معراج کا تو سن
میرا خیال ہے کہ تیری بھول بڑھ گئی
نعلینِ مصطفیٰ کی قسم منصفی تو کر
تجھ سے تو مرتبے میں میری دھول بڑھ گئی

تو جن کے فیض سے ہے منور وہ نور زاد
سارے ازل کے دن سے مری اپنی حد میں ہیں
پہلے تو میں خلا کا اڑاتی رہی مذاق
شمس و قمر بھی اب مرے بیٹوں کی زد میں ہیں

بیٹوں کی تربیت پہ بہت ناز بھی نہ کر
کچھ دن میں ہیں سخی، کئی کنجوس بھی تو ہیں
کہنے لگی زمیں کہ ستاروں کو بھی تو دیکھ
کچھ ان میں نیک ہیں کئی منحوس بھی تو ہیں

یہ شہرِ کہکشاں یہ مہ و مہر کے دیار
آ دیکھ تو سہی مرے دامن میں کیا نہیں؟
کہنے لگی زمیں سرِ تسلیم خم بجا!
سب کچھ ہے تیرے پاس مگر کربلا نہیں

وہ دن بھی تھے کہ جب مری وسعت کے آس پاس
رہتا تھا مرکبِ شہِ کونین یاد کر
اتنی سی بات پر تجھے اتنا غرور ہے
کھیلے ہیں میری خاک پہ حسنین یاد کر

کر یاد تیرے پاس ہی جھولے کے روپ میں
جبریل لے کے آئے عماری حسین کی
تو بھی تو یاد کر کہ زمیں پر بروزِ عید
ختمِ رسل بنے تھے سواری حسین کی

سن اے عدوئے امن و سکوں دشمنِ بشر
تو ایک بوجھ بن گئی نبیوں کی جان پر
عیسیٰ نے ایک عمر سہے ہیں تیرے ستم
آخر سکوں ملا ہے اسے آسمان پر

اے انتظار گاہِ امامِ جہاں نہ چھیڑ
جھوٹی شکن نہ ڈال منور جبین پر
آنے دے میرے آخری وارث کو ایک بار
عیسیٰ کو پھر اترنا پڑے گا زمین پر

کہنے لگا فلک کہ زباں کو لگام دے
پہلے بھی تیری ضد کا ستایا ہوا ہوں میں
ہر سو محیط ہیں میری سرحد کی وسعتیں
تجھ پر ازل کی صبح سے چھایا ہوا ہوں میں

گستاخیاں فضول ہیں میرے حضور میں
اب کیا کہوں کہ تو تو بڑا بدمزاج ہے
تو جن کی خاک تک بھی نہ اڑ کر پہنچ سکے
ان سرحدوں پہ بھی مرے ابا کا راج ہے

آخر فلک نے جھک کے زمیں کو کیا سلام
اللہ رے یہ شعور یہ صورت جہاں کی ہے
کس نے سکھائی ہیں تجھے حاضر جوابیاں
کیا شجرۂ نسب ہے ترا تو کہاں کی ہے

کہنے لگی زمیں کی فلک جی خطا معاف
اب ٹھیک ہو گئی ہے طبیعت جناب کی
کافی ہے اس قدر ہی مرا شجرۂ نسب
ادنیٰ سی اک کنیز ہوں میں بو تراب کی

حسینؑ اور کربلا

حسینؑ

تجھ پر میرا سلام ہو اے دشتِ بے گیاہ
میری محبتوں کی عقیدت وصول کر
آیا ہوں رفعتوں کی تمنا لیے ہوئے
میرا خلوص میری دعائیں قبول کر

کربلا

اے اجنبی ٹھہر مجھے اتنی دعا نہ دے
پہلے بھی میری خاک ہے نبیوں سے شرمسار
میری حدوں سے جلد گزر جا باحتیاط
میں کربلا ہوں میری تباہی سے ہوشیار

حسینؑ

تیرے اجاڑ پن کا میرے پاس ہے علاج
تجھ کو خبر نہیں کہ میں عیسیٰ کا ناز ہوں
میں نے تو بچپنے میں فرشتوں کو پر دیے
اپنا مرض بتا میں بڑا کارساز ہوں

کربلا

میری رگوں میں ہانپتی رہتی ہے شب کو موت
دن کو میری فضا میں برستی ہیں بجلیاں
شام و سحر بلاؤں کے مسکن ہیں ہر طرف
ہر سو بکھر رہی ہیں ہواؤں کی ہچکیاں

حسینؑ

وہ لوگ انبیاء تھے مگر میں امام ہوں
ممکن نہیں کہ دید کے بدلے شنید لوں
تجھ کو سنوارنے کی تمنا بھی ضد بھی ہے
اب طے یہ ہو چکا ہے تجھے میں خرید لوں

کربلا

مجھ کو سنوارنے کی تمنا ہے گر تو سن
اتنا لہو تو ہو کہ میں جس سے سنور سکوں
روزِ ازل سے ہے میری قسمت بجھی ہوئی
کیا کچھ ہے تیرے پاس میں جس سے نکھر سکوں

حسینؑ

میں وہ ہوں جس کو صرف تباہی سے پیار ہے
میرے ہی دم سے عرضِ تولا بنے گی تو
میں اس طرح پڑھوں گا یہاں آخری نماز
رتبے میں مثلِ عرشِ معلیٰ بنے گی تو

کربلا

ممکن نہیں کہیں پہ بھی یہ کیمیا گری
جو فرشِ بے ردا کو کوئی تاج بخش دے
ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا جو اس طرح
ذروں کو چھو کے عرش کی معراج بخش دے

حسینؑ

اے نینوا اداس نہ ہو حوصلہ نہ ہار
لایا ہوں تیرے واسطے پیغامِ زندگی
میں خود اجڑ کے تجھ کو بساؤں گا اس طرح
تیری سحر بنے گی میری شامِ زندگی

کربلا

میرا یہ مشورہ ہے مسافر پلٹ ہی جا
شاید تجھے خبر نہیں میرے جنون کی
گرمی سے جاں بلب ہیں تیرے قافلے کے لوگ
لیکن میری رگوں میں ضرورت ہے خون کی

کربلا

ڈھونڈے گا آسماں تیرے ذروں کی نکہتیں
تجھ کو عطا کروں گا وہ پوشاک دیکھنا
میرے لہو سے تجھ کو ملے گا وہ مرتبہ
خاکِ شفا بنے گی میری خاک دیکھنا

کربلا

دعویٰ نہ کر کہ مجھ کو بسانا محال ہے
ایسا کوئی جہان میں پیدا نہیں ہوا
ہر فرد کو تلاشِ مسرت ہے دہر میں
کوئی تباہیوں کا تو شیدا نہیں ہوا

حسینؑ

اے خاکِ بے ثمر میرا اعجاز دیکھنا
اک بار میرے ساتھ ذرا مسکرا کے دیکھ
ضامن ہوں تجھ کو خلد سے بڑھ کر بساؤں گا
اے خطہ اداس مجھے آزما کے دیکھ

کربلا

آئے تھے لوگ مجھ کو بسانے کے شوق میں
اک پل میں سب کے صبر کے ساغر چھلک گئے
تو تازہ دم سہی مگر اتنا خیال کر
میری اداسیوں سے پیمبر بھی تھک گئے

حسینیتؑ

مرا عقیدہ ہے بعد محشر فلک پہ یہ اہتمام ہوگا
مرے خیالوں سے بھی زیادہ وسیع تر اک مقام ہوگا
عقیدتوں کے چمن کھلیں گے، مسرتوں کا نظام ہوگا
گلوں کو نسبت علی سے ہوگی کلی پہ زہراؑ کا نام ہوگا
ولائے حبِ علیؑ کی برسات کا عجب لطف عام ہوگا
یہ انبیاء سب وزیر ہوں گے، تو صدر میرا امام ہوگا
مشیر معصومیت کے پالے، کہ عدل سے جن کو کام ہوگا
محبتوں کی ہوا چلے گی ہوا میں حق کا پیام ہوگا
کہیں پہ زہرا کے پاسبانوں میں ایک فِضّہ کا نام ہوگا
کہیں درِ قصرِ بنتِ زہرا پہ سجدۂ صبح و شام ہوگا
مرا عقیدہ نہیں ہے جھوٹا یقیں ہے یہ اہتمام ہوگا
یہ عکس ہے ایک سلطنت کا، حسینیتؑ جس کا نام ہوگا
بہشت میراث جو نہیں ہے کہ گردِ راہِ شہ نجفؑ ہے
مگر منافق کا کیا ٹھکانہ، نہ اس طرف ہے نہ اس طرف ہے

کہیں پہ باقر علوم بانٹیں گے علم کا لطف عام ہوگا
کہیں پہ جعفر کے گرد اہلِ خلوص کا اژدہام ہوگا
کہیں پہ موسیٰ رضا کی جانب سے مومنوں کو سلام ہوگا
کہیں جنابِ علی رضا سے کسی پیمبر کو کام ہوگا
کہیں تقی بزمِ اتقیاء کا سلام لیں گے کلام ہوگا
کہیں نقی مسند نقاوت پہ وقف الطاف عام ہوگا
کہیں حسن عسکری کی محفل میں ذکر خیرالانام ہوگا
کہیں کسی تخت پر مرے چودھویں علی کا قیام ہوگا
کہیں پہ نعرے علی علی کے کہیں درود و سلام ہوگا
ہر ایک میکش کے ہاتھ میں سلسبیل و کوثر کا جام ہوگا
مگر تبرہ کیے بغیر اس کو منہ لگانا حرام ہوگا
ہر اک عمارت خدا کی قدرت کا ایک نقشِ دوام ہوگا
کہیں محمد کی مسکراہٹ، کہیں علی کا کلام ہوگا
کہیں حسن کی حسین صورت پہ زائروں کا سلام ہوگا
کہیں پہ مظلومِ کربلا کے جلوس کا اہتمام ہوگا
کہیں پہ سجاد کی سواری کا ذہن میں احترام ہوگا

گلی گلی میں اسی کا پرچم، اسی کا سجدہ جبیں جبیں ہے
قدم قدم پر سبیل اس کی نظر نظر میں وہی مکیں ہے
ہوا ہوا میں اسی کے نوحے وہی تصور خلا نشیں ہے
اسی کا ماتم ہے آگ پر بھی، اسی کا غم خلد کا امیں ہے
فلک فلک پر لہو اسی کا، اسی کی مجلس زمیں زمیں ہے
حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے؟

جہاں بھی ظالم حکومتیں تھیں وہاں وہ مظلوم چھا گیا ہے
وہ تیرگی کی ردا پہ اپنے لہو سے موتی سجا گیا ہے
کٹے ہوئے سر سے نوکِ نیزہ پہ بھی وہ قرآں سنا گیا ہے
بس ایک پل میں زمیں کو چھو کر کوئی معلّیٰ بنا گیا ہے
جہاں جہاں کل یزیدیت تھی حسینیت اب وہیں وہیں ہے
حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے

آدم اور حسینؑ

آدم کی ذات مرکزِ ایمان بھی نہیں
آدم کا نطق محورِ قرآن بھی نہیں
آدم خطا کرے، کوئی نقصان بھی نہیں
شبیر میں خطا کا تو امکان بھی نہیں
ادنیٰ سی شان دیکھ شہِ مشرقین کی
آدم بہشت میں بھی رعیت حسین کی

آدم کو فرق امرونہی کی خبر نہیں
آدم ابو البشر ہے ضمیرِ بشر نہیں
آدم شب سیہ میں دلیلِ سحر نہیں
آدم صفی ضرور ہے اوصاف گر نہیں
آدم نبی ہے، صاحبِ عزو وقار ہے
لیکن حسین دوشِ نبی کا سوار ہے

آدم خدا کا نور نہیں تھا، حسین ہے
آدم خطا سے دور نہیں تھا، حسین ہے
آدم شعاعِ طور نہیں تھا، حسین ہے
آدم مرا غرور نہیں تھا، حسین ہے
آدم تراب ہے، یہ دل بوتراب ہے
وہ نقشِ گل یہ محورِ صد آفتاب ہے

نوح اور حسینؑ

رتبے میں ہو نبی تو وہی شان چاہیے
اب نوح کو نجات کا سامان چاہیے
کشتی ہو، بادباں ہو، نگہباں چاہیے
کشتی کے تیرنے کو بھی طوفان چاہیے
لیکن یہ معجزہ ہے شہِ مشرقین کا
خشکی پہ تیرتا ہے سفینہ حسین کا

بے شک مزاجِ نوح کا تو حوصلہ بھی دیکھ
طوفانِ غم سے اس کو الجھتا ہوا بھی دیکھ
لیکن سوئے فرات و سرِ کربلا بھی دیکھ
یہ صبر و ضبط والیِ ارض و سما بھی دیکھ
دیکھے یہ صبر و ضبط تو یزداں بھی رو پڑے
وہ پیاس ہے کہ نوح کا طوفاں بھی رو پڑے

اب نوح کے پسر کی بغاوت بھی دیکھیے
اپنے لہو میں فرقِ حرارت بھی دیکھیے
لیکن میرے حسین کی عظمت بھی دیکھیے
تاثیرِ تربیت کی یہ صورت بھی دیکھیے
میدانِ حرب وضرب میں کیا نام کر گیا
ننھا سا شیر خوار بڑا کام کر گیا

ابراہیم اور حسینؑ

انصاف چاہتا ہوں میں، دنیا کے ممتحن
صبرِ خلیل کے بھی سبھی زاویے تو گن
لیکن سکونِ شاہ بھی دیکھ امتحاں کے دن
سب کچھ لٹا کے بھی مرا مولا ہے مطمئن
اکبر وہ سو رہا ہے، یہ اصغر کی قبر ہے
شبیر چپ کھڑے ہیں، یہ معیارِ صبر ہے

بے شک ترے نبی کا مقدر چمک گیا
بیٹے کو لے کے موت کی سرحد تلک گیا
آنکھیں تھیں بند، پھر بھی کلیجہ دھڑک گیا
تیرا خلیل ایک ذبیحہ پہ تھک گیا
کتنے حسین، کتنے جواں کیا صبیح تھے
میرے خلیل کے تو بہتر ذبیح تھے

اس سمت اک نبی کا ارادہ اٹل نہیں
اس سمت وہ عمل کہ گھڑی کا خلل نہیں
بیٹے کی لاش دیکھ کے ماتھے پہ بل نہیں
برچھی کو کھینچنے کے لیے ہاتھ شل نہیں
برچھی کھنچی تو نبض زمانے کی رک گئی
آنکھیں اٹھیں تو موت کی گردن بھی جھک گئی

یعقوبؑ اور حسینؑ

یعقوب کے لیے تو خدا کارساز تھا
گیارہ ثمر تھے، پھر بھی نہ دل سرفراز تھا
یعقوب کو بس ایک ہی یوسف پہ ناز تھا
لیکن حسینؑ کا بھی عجب امتیاز تھا
اس شجرۂ عظیم کے کیا برگ و بار تھے
اکبر کے حسن پر کئی یوسف نثار تھے

پیری سے جب پسر کی جوانی بچھڑ گئی
اشکوں کی اک جھڑی تھی کہ پلکوں پہ اڑ گئی
دردِ فراق کی وہ سناں دل میں گڑ گئی
اللہ کے نبی کی نظر ماند پڑ گئی
لیکن حسین تجھ پہ فنا کارگر نہ تھی
بیٹوں کی موت پر بھی تری آنکھ تر نہ تھی

موسیٰ اور حسینؑ

موسیٰ کلیم وقت تھا، محبوبِ خاص و عام
قائم تھا اس کا بھی یدِ بیضا سے احترام
ہاں اک عصا بھی تھا جو بنا تیغِ بے نیام
لیکن جو نور طور پہ اس سے تھا ہم کلام
وہ نورِ پنجتن تھا، رہِ مستقیم تھا
شبیر اس کا پانچواں جزوِ عظیم تھا

عیسیٰ اور حسینؑ

عیسیٰ بھی ہے خدا کا بڑا مقتدر نبی
بخشی ہے اس کی سانس نے مردوں کو زندگی
لیکن حسینؑ کس سے بیاں ہو یہ برتری
عیسیٰ ہے تیرے آخری نائب کا مقتدی
جس خاک پر حسین تو سجدہ ادا کرے
اس خاک سے مسیح بھی حاصل شفا کرے

محمدؐ اور حسینؑ

سن لو حدیثِ ختمِ رسل پیکرِ حشم
لوگو یہی حسینؑ ہے ہم سے اسی سے ہم
ہر چند بے مثال نبی ہیں شہِ امم
لیکن خطا معاف یہ آگے ہے دو قدم
رکھی بنائے دیں شہ بدر و حنین نے
لیکن کیا ہے دیں کو مکمل حسین نے

علیؑ اور حسینؑ

دوشِ نبیؐ کہاں، یہ سناں کی فضا کہاں؟
بستر کہاں نبی کا، یہ دشتِ بلا کہاں؟
غیظ و غضب کہاں وہ یہ دستِ دعا کہاں؟
خندق کہاں، یہ رزم گہِ کربلا کہاں؟
پیاسے کا نام ایک ہی سجدے سے چڑھ گیا
بیٹے کا وار باپ کی ضربت سے بڑھ گیا

بتولؑ اور حسینؑ

صورت اگر ہے عرض تو جوہر ہیں خدوخال
جس طرح سے ہے ذہن "صدف" اور گہر خیال
شبیر و فاطمہؑ میں بھی بہتر ہے یہ مثال
معدن ہیں فاطمہ تو گہر فاطمہ کا لال
بیٹے کی تربیت ہے سدا والدین سے
پرکھا گیا بتول کو اکثر حسین سے

حسنؑ اور حسینؑ

اب فرق بھائیوں کا خیالوں میں کیا ہو بند
وہ بھی فلک نشیں ہے تو یہ بھی بہت بلند
لیکن بقدر شوق یہ کہتا ہوں حرف چند
وہ روحِ انقلابؑ حسین عافیت پسند
جس طرح کی بہار کو نسبت چمن سے ہے
نسبت وہی حسین کو اپنے حسن سے ہے

عباسؑ

عباس چرخ پر مہ کامل کا نام ہے
عباس بحرِ شوق کے ساحل کا نام ہے
عباس ضبطِ درد کے حاصل کا نام ہے
عباس کارواں نہیں، منزل کا نام ہے
قرآن جب حسین بنا، دین بن گیا
عباس اس میں سورۂ یٰسین بن گیا

عباس بے مثال دلاور کا نام ہے
عباس بحرِ حق کے شناور کا نام ہے
عباس دیں کے درد کے یاور کا نام ہے
عباس صبحِ صبر کے خاور کا نام ہے
خالق تو لاشریک ہے اجرِ شوال دے
عباس کی وفا کی بھی کوئی مثال دے

عباس اہلِ تیغ بھی اہلِ قلم بھی ہے
عباس وقفِ غم بھی علاجِ الم بھی ہے
عباس دل کا ناز بھی دیں کا بھرم بھی ہے
عباس تاجدارِ صریر و علم بھی ہے
عباس کا کرم ہے خزانہ بہار کا
عباس کا غضب ہے غضب کردگار کا

عباس حسنِ دین پیمبرؐ کی آبرو
عباس کی وفا کا تسلط ہے کوبکو
باطل کے سامنے ہو یہ کیونکر نہ سرخرو؟
اسلام کی رگوں میں ہے عباس کا لہو
جب بھی کسی جری کو حسیںؑ تخت و تاج دے
عباس کی وفا کو زمانہ خراج دے

عباس حرب و ضرب کی دنیا کا تاج ور
عباس دین حق کے لیے مژدۂ سحر
کھیلے نہ کیوں قضا کے سلاسل سے بے خطر
عباس پنجتن کی دعاؤں کا ہے اثر
اس کو جھکا سکے گا کوئی کیسے فرش پر
عباس کے علم کا پھریرا ہے عرش پر

توقیر بابِ علم و فقیہِ فلک مقام
تاثیرِ دستِ حیدر و تزئینِ صبح و شام
ادراکِ انبیاء میں دھڑکتا ہوا کلام
پانی سے بے نیاز ہے عباسِ تشنہ کام
عباس ہے انا کا سمندر بنا ہوا
دریا تو شرم سے ہے زمیں پر بچھا ہوا

قصرِ شعورِ دیں میں ہے عباس وہ چراغ
جس کے مقابلے میں ہے سورج بھی داغ داغ
عباس کی مہک سے مہکتا ہے جاں کا باغ
شبیر دل ہی دل ہے تو عباس ہے دماغ
اس کی عطا سے نبضِ مودّت رواں ہوئی
عباس کے کرم سے شریعت جواں ہوئی

چہرہ ہے یا فلک پہ چمکتا ہے آفتاب
نقشِ قدم کی خاک میں چھپتا ہے انقلاب
عباس کی رگوں میں جو ابھرا ہے اضطراب
سہمی ہوئی ہے موت تہِ سایہء رکاب
عباس جب بھی اذنِ روانی عطا کرے
دریا مچل کے شکر کے سجدے ادا کرے

جرات کی ابتدا بھی یہی انتہا بھی ہے
عباس دو جہاں میں مرا آسرا بھی ہے
تاثیر التماس دعا بھی، دعا بھی ہے
بندہ بھی رب کا ہے یہی ربِ وفا بھی ہے
ہے دیں اسی کے در کا نمازی بنا ہوا
ہو کر شہید بھی یہ ہے غازی بنا ہوا

صفین

دُخترِ برقِ رنج و محسن بن کے تن ہر بدن میں اجل کی اگن گھول دے
لشکروں کا جگر چیر، مستی میں آ، زلزلوں کی طرح گھن گھن گھول دے
منکروں کے لہو کی ہر اک موج میں اپنے ماتھے کی ہر اک شکن گھول دے
اپنے اعداء کے سر آسماں پر اڑا، آبِ دجلہ میں ان کے کفن گھول دے
دیکھ بزمِ شجاعت کا ہر تاجور، تیرے نزدیک ہے اور مرے پاس ہے
یوں لڑیں، دشمنوں کو گماں تک نہ ہو، یہ علی لڑ رہا ہے کہ عباس ہے

میمنہ میں اتر، میسرہ سے ابھر، قلبِ لشکر پہ بجلی گرا جھوم کر
دشمنانِ علیؑ کے پرخچے اڑا، ان کی لاشوں کو دوزخ کا مقسوم کر
اب نقابیں الٹ کر پلٹ دے صفیں، ہر منافق کا شجرہ بھی معلوم کر
بن کے زہرِ اجل آج میداں میں ڈھل میرے بابا کے نقشِ قدم چوم کر
دیکھ سستی نہ کر موت کی ہم سفر ہر طرف سے دعاؤں کی برسات ہے
تیری ہر ضرب پر آج خیبر شکن داد دینے کو آئے تو پھر بات ہے

سب زمینیں، شجر، بستیاں، رہگذر رقص کرتی ہوائیں، سمندر ترے
آج کی شب ستاروں کے سب ذائقے، جگنوؤں کی قطاروں کے اندر ترے
موت کی دیویاں ہیں کنیزیں تری، زندگی کے سجیلے سکندر ترے
تیرے خالق کی نصرت ترے ساتھ ہے اور دعا گو ہمارے قلندر ترے
چھین لے دشمنوں کی یہ بینائیاں روزِ روشن میں نازل سیہ رات کر
زندگی کیا ہے خود موت پاؤں پڑے آج چنگاریوں کی وہ برسات کر

سن، کسی کی نہ سن، ایک ہی دھن کو بن اور چن چن کے مغرور سر کاٹ دے
سنسناتی ہوئی سب سروں سے گزر، وار سینے پہ کر اور جگر کاٹ دے
نوک سے روک لے وقت کی گردشیں، دست شام و وجودِ سحر کاٹ دے
آج جبریل بھی پر بچھائے اگر، تو رعایت نہ کر اس کے پر کاٹ دے
کبریا کا غضب بن کے اتراہوں میں میرے چہرے پہ جذبات کا رنگ ہے
میرے قبضے میں نبضیں ہیں تقدیر کی میری تاریخ کی اولیں جنگ ہے

ملیکۃ العرب (خدیجۃ الکبریٰ)

فلک نشاں، عرش مرتبت، کہکشاں قدم، خوش نظر خدیجہؑ
بدن صداقت ہے سر خدیجہؑ صدف شرافت، گہر خدیجہؑ
خدا کے دینِ مبیں کے زخموں کی دہر میں چارہ گر خدیجہؑ
وہ آل کی مادرِ گرامی، رسولؐ کی ہم سفر خدیجہؑ
اسی کے دم سے جہاں میں مہر و وفا کا چشمہ ابل رہا ہے
نبی کا دیں آج تک اسی محسنہؑ کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہے

سنو اسی نے کیا مرتب نساء کا دستور حکمرانی
بڑے سلیقے سے کر گئی ہے رخِ رسالت کی پاسبانی
سنوار دی اس کی تربیت نے کچھ اس طرح حق کی نوجوانی
پیمبریؐ خود پکار اٹھی، ترا کرم، تیری مہربانی
جو تو نہ ہوتی تو کون مشکل میں دیں کی مشکل کشائی کرتا
ترے سوا کون بے نوا کبریا کی یوں ہمنوائی کرتا

جہانِ باطل کی ظلمتوں میں مثالِ شمعِ حرم خدیجہ
عرب کے صحرا میں چھا گئی بن کے عکسِ ابرِ کرم خدیجہ
ازل سے لے کر ابد تلک دینِ حق کا ہے اک بھرم خدیجہ
تمام ازواجِ انبیاء میں ہے اس لیے محترم خدیجہ
کسی کا شوہر نہیں ہے ختمِ رسل، شہِ مشرقین جیسا
نہیں ہے بیٹی بتول جیسی، نہ ہے نواسہ حسین جیسا

عرب کے راجہ کے من کی دیوی، عجم کے سلطاں کی شاہزادی
اسی کے دم سے ہوئی منور حجاز کی بے چراغ وادی
اس کی اک شاخ کے ثمر ہیں حریمِ حق کے تمام ہادی
کبھی مسائل کو حل کیا ہے، کبھی مصائب پہ مسکرا دی
یہ مسکرا دی تو مسکراہٹ کا نام قرآن ہو گیا ہے
اسی کا دامن بکھر کے دنیا میں آلِ عمران ہو گیا ہے

کہاں یہ ممکن ہے خود پرستی کے دور میں ہو خدا پسندی
مگر خدیجہ نے دشتِ زر میں بھی کی ہے عقبیٰ کی خشت بندی
یہی خدیجہؑ ہے جس کو حاصل ہے مصطفیٰؐ کی نیاز مندی
جو منصفی ہو تو کم نہیں ہے کسی سے رتبے کی یہ بلندی
ابھی یہ رتبہ کچھ اور اونچا بحکمِ ربِ جلیل ہوگا
بروزِ محشر اسی کا داماد ساقیِ سلسبیل ہوگا

خدا کے محبوب کے خدوخال پر غضب کا شباب آیا
شباب آیا تو سرزمین عرب میں اک انقلاب آیا
مثال یہ ہے کہ دوپہر کی حدوں پہ جب آفتاب آیا
سوال بننے لگی رسالت تو پھر مکمل جواب آیا
پیمبریٔ جنس بے بہا تھی مگر یہ سودا بھی نقد ہوگا
درود پڑھ لو کہ مصطفیٰ کا ابھی خدیجہ سے عقد ہوگا

شفق شفق ہے زمیں کا چہرہ، فلک سے تارے اتر رہے ہیں
ہوا میں خوشبو رچی ہوئی ہے، فضا میں غنچے بکھر رہے ہیں
یہ صف بہ صف انبیاء کے جھرمٹ سبھی کے چہرے نکھر رہے ہیں
یہاں لکیریں بدل رہی ہیں، وہاں مقدر سنور رہے ہیں
قضا کی مسند پہ اب جو بیٹھا وہی جنابِ خلیل ہوگا
گلابیاں جو چھڑک رہا ہے وہ دیکھنا جبرئیل ہوگا

جنابِ یعقوب کی بصیرت تمام محفل میں بٹ رہی ہے
وہ دور، یوسف کی نوجوانی نقاب رخ سے الٹ رہی ہے
تمام عالم کی چاندنی ایک دائرے میں سمٹ رہی ہے
یہ بزم کی بزم کس لیے آج رنگ و نکہت سے اٹ رہی ہے
یہ کن کے قدموں کی خاک عیسیٰ خود اپنی آنکھوں پہ مل رہے ہیں
یہی تو ہیں جن کی دست بوسی کو انبیاء بھی مچل رہے ہیں

یہ آلِ ہاشم کا آسرا ہے یہ پرچمِ انسانیت کا منارا
یہ پاسبانِ حریم وحدت یہ بحرِ انصاف کا کنارا
یہ زمزمہ خوانِ آبِ زمزم، خدا کے گھر کا اٹل سہارا
عجم کے ماتھے کا شوخ جھومر، عرب کی دھرتی کا اک دلارا
جنابِ عمراں ہے نام اس کا یہ فطرتاً مہربان ہوگا
یہ کلِ ایماں کی سلطنت کا عظیم تر حکمران ہوگا

وہ دیکھ عقد نبی کا خطبہ جناب عمراں پڑھا رہے ہیں
مزاجِ توحید وجد میں ہے تو انبیاء مسکرا رہے ہیں
ادب سے حوریں ہیں سر بہ زانو، ملک فلک کو سجا رہے ہیں
مگر مجھے اس گھڑی سقیفہ کے کھیل کچھ یاد آ رہے ہیں
اگر صداقت جناب عمراں کی حق و باطل کی حد میں ہوگی
تو یاد رکھنا کہ خود نبوت تمہارے فتووں کی زد میں ہوگی

اگر مسلماں نہیں ہے عمراں تو پھر نکاحِ رسول باطل
اگر نکاحِ رسول باطل تو دیں کا ردو قبول باطل
جو دیں کا ردو قبول باطل تو پھر فروع و اصول باطل
اگر فروع و اصول باطل تو آدمیت فضول، باطل
جسے بھی عمراں کے دیں کو تشکیک کا ہدف بنانے کا شوق ہوگا
وہ سوچ لے حشر تک اسی کے گلے میں لعنت کا طوق ہوگا

ادھر وہ ہاشم کا لختِ دل ہے، ادھر خویلد کی آبرو ہے
ادھر ہے اخلاق کا سمندر، ادھر محبت کی آبجو ہے
ادھر ازل سے امین و صدیق، ادھر حقیقت کی جستجو ہے
یہ دونوں معصوم یوں ملے ہیں، شرف شرافت کے روبرو ہے
کھنچا ہوا ہے افق سے تا بہ افق خط مستقیم ایسا
کہاں ہے تصویر صدق ایسی کہاں ہے در یتیم ایسا

پیمبرؐ پر ترے کرم کی کہانیاں ہیں طویل بی بی
مگر میری زندگی کی مدت ہے ایک پل سے قلیل بی بی
کھلے ہیں جس میں کنول حیا کے تو ہے وفا کی وہ جھیل بی بی
یہ حد نہیں ہے کہ تیرے در کا غلام ہے جبرئیل بی بی
مری جبیں تیرے آستاں کے سوا کسی در پہ خم نہیں ہے
کہ تیرے نقشِ قدم کی مٹی بھی آسمانوں سے کم نہیں ہے

قصیدۂ جنابِ امام زین العابدین علی بن حسینؑ

وہ علی عابدؑ بنی ہاشم کی غیرت کا نشاں
جس نے اپنی پشت پر لکھی وفا کی داستاں
کاروانِ آدمیت کا امیر کارواں
جس کے قدموں کو مسلسل چومتی تھیں بیڑیاں
کیوں زباں ترسے نہ اس کی مدح خوانی کے لیے
جس کو زینب نے چنا ہو سارباني کے لیے

وہ امامت کے صدف کا ایک تابندہ گہر
شجرۂ حق کی مقدس شاخ کا چوتھا ثمر
جس نے بانٹیں علم کے در کی شعاعیں در بدر
مسکرا دیتا تھا جو تازہ مصیبت دیکھ کر
پتھر کی بارشوں میں بھی جسے نیند آ گئی
لشکرِ باطل پہ جس کی ناتوانی چھا گئی

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی ہتھکڑی
وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
جس جگہ بھی اس شہنشہ کے سپاہی اڑ گئے
زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
جس کی بیماری نے بخشی ہے شفا اسلام کو
جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
جس نے باطل کی زمیں میں بیج حق کا بو دیا
جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
اک برہنہ پا مسافر، میرِ منزل ہو تو یوں
ایک غیرت مند، حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
یوں ملاتے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
بیڑیاں پاؤں میں، ہاتھوں میں زمانے کی مہار
آنکھ زنداں پر، تسلط میں رخِ لیل و نہار
قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو رحمتوں کے ابر میں
دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے

ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے

جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے

پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی ہتھکڑی
وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
جس جگہ بھی اس شہنشہ کے سپاہی اڑ گئے
زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
جس کی بیماری نے بخشی ہے شفا اسلام کو
جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
جس نے باطل کی زمیں میں بیج حق کا بو دیا
جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
اک برہنہ پا مسافر، میر منزل ہو تو یوں
ایک غیرت مند، حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
یوں ملاتے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
بیڑیاں پاؤں میں، ہاتھوں میں زمانے کی مہار
آنکھ زنداں پر، تسلط میں رخِ لیل و نہار
قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو، رحمتوں کے ابر میں
دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

قصیدہ جناب امامِ زین العابدین علیہ السلام

نکھرے ہوئے کردار کا قرآن ہے سجادؑ
سرچشمہء دیں، عظمتِ ایمان ہے سجادؑ
تقدیر علیؑ، قسمتِ عمرانؑ ہے سجادؑ
اسلام کی تاریخ کا عنوان ہے سجادؑ

یہ شہرِ فضائل ہے، مصائب کا جہاں ہے
تکبیرِ نبوت ہے، امامت کی اذاں ہے

انسان کے احساس کی معراج ہے سجادؑ
جذبات کی تقدیر کا سرتاج ہے سجادؑ
مظلوم کی آنکھوں میں مکیں آج ہے سجادؑ
کب تیرے مرے ذکر کا محتاج ہے سجادؑ

جب تک ہے جہاں میں حق و باطل کا فسانہ
سجاد کے سجدوں کو نہ بھولے گا زمانہ

قصیدہ حضرت امام رضا عل

یہ رنگ یہ رم جھم یہ برستی ہو
کھلتے ہوئے ریشم کی طرح رات
دہکے ہوئے جذبوں سے مہ و سال
یہ گلبنِ یاقوت میں بکھرے ہو
یہ خاتمِ انگشت شب و روز
یہ بارشِ فیروزہ و الماس
ہستی کے خدوخال پہ الہام
مستی میں یہ بجتے ہوئے الفاظ
یہ وجد کا عالم ہے کہ دل پر نہ
پلکوں کے غلافوں میں ستارے ہیں

الفاظ ہیں کم قیمت و کم قامت و کم رو
اک وہؑ کہ زبانوں کی رسائی سے ہے بالا
اِک میں کہ مجھے ٹھیک سے آتی نہیں اردو
اے ربِ زباں خالقِ اقلیمِ تخیل
اے صاحبِؑ قرآں کے لیے قوتِ بازو
اے تو کہ ترا نطق ہوا نہجِ بلاغت
دے میرے تکلم کو بھی طرماح کی خوبو
خود لفظ ترے اذنِ سلونی کا ہے محتاج
الفاظ و مفاہیم کا محتاج نہیں تو
بہتر ہے کہ اب قافیہ تبدیل کروں میں
پھر فطرت الفاظ بدلنے لگی پہلو
دے اذن کہ تو صاحبِ اسرارِ قلم ہے
یہ شب تو شبِ مدحتِ سلطانِ عجم ہے
سلطانِ عجمؑ صاحبِ دِلدارئِ کونین
مختارِ ازل، قافلہ سالارِ امم ہے
کہنے کو علیؑ نام رضا، کام شفاعت
غربت میں بھی سلطانِ شب و روزِ ارم ہے

پیکر ہے کہ اقصیٰ کا فلک بوس منارہ
سایہ ہے کہ اک ابر سرِ صحنِ حرم ہے
زُلفیں ہیں کہ کعبے میں شبِ قدر کی آیات
چہرہ ہے کہ دیباچۂ آئینِ کرم ہے
آنکھیں ہیں کہ ثقلین کی بخشش کی سبیلیں
ماتھا ہے کہ سرنامۂ تعظیمِ امم ہے
رخسار، معابد ہیں مہ و مہر وفا کے
کردار کی عظمت میں رسولوں کا حشم ہے
رفتار، قیامت کو بھی تعظیم سکھائے
کونین کی شاہی کا فسوں زیرِ قدم ہے
بازو ہیں کہ وحدت کی حکومت کی حدیں ہیں
قد ہے کہ سرِ عرشِ بریں حق کا علم ہے
شانے ہیں کہ انساں کی شرافت کے خزانے
سینہ ہے کہ اک صفحۂ تاریخِ قدم ہے
ہاتھوں کی لکیریں ہیں کہ کوثر کی شعاعیں
ناخن کی چمک رشکِ رُخِ شیشۂ جم ہے
ملبوس کی ہر تہہ سے دھنک رنگ چرائے

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے

ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے

جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے

پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
دھرتی پہ دلیری کا گگن ہے مرا مختار
مختار کی ہیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
رعشہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
اب تک جو سرافراز ہو سرورؑ کی مدد سے
محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
ایسا کوئی ساونت، جری، حر نہیں دیکھا
مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے
پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
دھرتی پہ دلیری کا گگن ہے مرا مختار
مختار کی ہیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
رعشہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
اب تک جو سر افراز ہو سرورؑ کی مدد سے
محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
ایسا کوئی ساونت، جری، حر نہیں دیکھا
مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

بجلی کو کبھی گر کے پلٹتے ہوئے دیکھو
یا جنگ میں دھرتی کو الٹتے ہوئے دیکھو
طوفاں کبھی قطروں میں سمٹتے ہوئے دیکھو
چڑیوں پہ عقابوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھو
چومے جو کبھی موت کوئی زرد سا ماتھا
تم سوچنا، مختار کی تلوار میں کیا تھا

اے قسمت اسلام کے منحوس ستارو
طغیانی تشکیک کے بہتے ہوئے دھارو
اے مکہ تہِ خاک سقیفہ کے کنارو
چہروں سے ریا پاش نقابیں تو اتارو
پہلے کسی ملعون کی تائید کرو تم
پھر شوق سے مختار پہ تنقید کرو تم

مختار کا چہرہ ہے کہ صبحوں کا ورق ہے
ماتھا ہے کہ اک صفحۂ انجیل ادق ہے
رخسار کی رنگت ہے کہ اعجازِ شفق ہے
ہونٹوں پہ دھنک ہے کہ یہ دیباچۂ حق ہے
حملے ہیں کہ آثار پیمبرؐ کی دعا کے
مختار کے بازو ہیں کہ پرچم ہیں قضا کے

آنکھیں ہیں کہ فانوس رخِ عرشِ بریں پر
پلکیں ہیں کہ جھومر ہیں ستاروں کی جبیں پر
زلفیں ہیں کہ بادل سے رخِ مہرِ مبیں پر
ہیبت ہے کہ اک حشر سا کوفے کی زمیں پر
یہ پھول یہ جگنو یہ فلک تاب ستارے
مختار کی تلوار سے جھڑتے ہیں شرارے

خاکِ درِ بوتراب

کیا خاک وہ ڈریں گے لحد کے حساب سے
منسوب ہیں جو خاک درِ بوتراب سے

مشکل کشا ہیں پاس، فرشتو ادب کرو
مشکل میں ڈال دوں گا سوال و جواب سے

خیبر میں دیکھنا یہ ہے جبریل یا اجل؟
لپٹا ہوا ہے کون علی کی رکاب سے

جو ''یاعلی مدد'' کو گنہ کہہ کے چڑ گئے
وہ بے خبر ہیں میرے گنہ کے ثواب سے

پہلے یہ ضد تھی خواب میں دیکھیں گے خلد کو
اب ضد یہ ہے کہ خلد میں جاگیں گے خواب سے

محسن بہشت مولا علیؑ کی ولا سے ہے
میں نے یہی پڑھا ہے خدا کی کتاب سے

قطعات

⊙

روحِ اذاں ہے باپ تو بیٹا نمازِ دیں
مسجد علی کی ہے تو مصلٰی حسینؑ کا
جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح
کعبہ علیؑ کا، عرشِ معلٰی حسینؑ کا

⊙

وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غمِ حسینؑ
قصرِ اِرم تو اس کے لیے سنگ وخشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہو میرے حسینؑ کا
اُس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

⊙

منصب کا اشتیاق نہ پروائے تخت و تاج
تیرا ہر اک غلام بڑی تمکنت میں ہے
جنت میں کون جائے گا تیری رضا بغیر
جنت بھی اے حسینؑ تیری سلطنت میں ہے

⊙

انگشتری ہے دیں کی، نگینہ حسینؑ کا
خیرات میں بھی دیکھ قرینہ حسینؑ کا
سورج پہ سوچ، چاند، ستاروں پہ غور کر
تقسیم ہو رہا ہے پسینہ حسینؑ کا

⊙

اپنی تقدیر پہ سایہ ہے ترا ابن علیؑ
قافلہ گردشِ دوراں کا کہاں رُکتا ہے؟
پرچم حضرتِ عباسؑ کا بوسہ لینے
سجدہ کرنے کو کئی بار فلک جھکتا ہے

⊙

صبر و سکوں کا ناز وہی دِل کا چین ہے
مظلوم ہو کے بھی جو شہِ مشرقین ہے
پوچھی متاعِ دامنِ اسلام جب کبھی
اسلام کہہ اُٹھا، مرا سب کچھ حسینؑ ہے

جو ناطقِ قرآں نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسینؑ ابنِ علیؑ بر سرِ صحرا
عباسؑ نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے

کوئی تو ہے جو ظلم کے حملوں سے دُور ہے
کوئی تو ہے جو ضبطِ وفا کا غرور ہے
اب تک جو سرنگوں نہ ہوا پرچم حسینؑ
اِس پر کسی کے ہاتھ کا سایہ ضرور ہے

عباسؑ صحیفہ ہے امامت کے عمل کا
عباسؑ کی آواز ہے فرمان ازل کا
ہر ظلم کی تقدیر ہے جکڑی ہوئی اس میں
عباسؑ کا پنجہ بھی شکنجہ ہے اجل کا

انسان کو سکون سے رہنا سکھا دیا
ہنس ہنس کے ظلم و جور بھی سہنا سکھا دیا
شبیرؑ تیری پیاس نے محشر کی شام تک
آنکھوں کی ہر فرات کو بہنا سکھا دیا

لمحہ لمحہ رُخِ احساس کی ضو ہٹتی ہے
ریزہ ریزہ غم کونین کی لو بٹتی ہے
پوچھ مت کتنی بلندی پہ ہے شبیرؑ کی پیاس
اِس کی تعریف میں کوثر کی زباں کٹتی ہے

آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

دھوپ کی موج میں سورج کا بھی خوں ملتا ہے
سوگ میں پرچم احساس نگوں ملتا ہے
ہاں مگر ابن علیؑ ایک شجر ہے ایسا!
جس کے سائے میں شریعت کو سکوں ملتا ہے

اعمال میں ثبوتِ ولا ہے غم حسینؑ
نبیوں کی بندگی کا صلا ہے غم حسینؑ
دشمن غمِ حسین کے دوزخ کا رزق ہیں!
وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غمِ حسینؑ

حکمت کے آئینے کا سکندر ہے تو حسینؑ
بخشش کا ہے کنار، سمندر ہے تو حسینؑ
اے وجہ ذوالجلال فنا تجھ سے دور ہے
دل میں نہیں ہے روح کے اندر ہے تو حسینؑ

سورج ابھی نہ جا تو حد مشرقین سے
جبریل ایک پل کو ٹھہر تو بھی چین سے
اے موت سانس روک، زمانے قیام کر
مصروفِ گفتگو ہے خدا خود حسین سے

مشکل ہے قرضِ ابن علیؑ کی ادائیگی
قدرت کو پھر ادھار نہ لینا پڑے کہیں
جنت تو کچھ نہیں مجھے ڈر ہے کہ حشر میں
اللہ کو اپنا عرش نہ دینا پڑے کہیں

ملنگوں کی نگاہوں میں عجب مستی نظر آئی
بلندی آسمانوں کی انہیں پستی نظر آئی
کبھی بہلول نے بیچی، کبھی حر نے خریدی ہے
خداوندا تری جنت بڑی سستی نظر آئی

روزِ حساب سب کا سفر ہوگا مختلف
دوزخ میں کچھ گریں گے، کئی سنگ وخشت میں
لیکن حسینؑ ہم ترے نوکر بروزِ حشر
جائیں گے کربلا سے گزر کر بہشت میں

ذرا احتیاط سے کام لے نہ زباں دراز ہو اس قدر
کہ حسینیت سے الجھ سکے ابھی تجھ میں اتنا تو دم نہیں
ہے عروجِ دیں کا امیں یہی ہے نشانِ فتح مبیں یہی
اسے چشمِ بد سے نہ دیکھنا یہ علَم ہے تیرا قلم نہیں

پھوٹا تھا جو کبھی کسی نیزے کی نوک سے
ہر عہد پر محیط وہی انقلاب ہے
ہر دور میں حسینؑ نے ثابت یہ کر دیا
ہر دور کے یزید کا خانہ خراب ہے

غربت ہے رشکِ بخت سکندر بنی ہوئی
صحرا کی تشنگی ہے سمندر بنی ہوئی
دیکھو سرِ حسینؑ کی بخشش کا معجزہ
نوکِ سناں ہے دوشِ پیمبرؐ بنی ہوئی

ممکن نہیں کسی سے عداوت حسینؑ کی
سانسوں میں بٹ رہی ہے سخاوت حسینؑ کی
بازار کے ہجوم سے کہہ دو کہ چپ رہے
قرآن کر رہا ہے تلاوت حسینؑ کی

سکتے میں خواب دیں ہے کہ تعبیر کچھ کہے
قرآن دم بخود ہے کہ تفسیر کچھ کہے
نوکِ سناں سے عرش تلک خامشی تو دیکھ
خالق کو انتظار ہے شبیرؑ کچھ کہے

اب تک الجھ رہا ہے یزیدی ہجوم سے
شبیرؑ تو نے دین کو غازی بنا دیا
تجھ پر درود پڑھ کے پہنچتی ہے حق کے پاس
تو نے نماز کو بھی نمازی بنا دیا

حسینیت، تری تعظیم جا بجا ہوگی
یزیدیت تری تذلیل برملا ہوگی
ہر ایک دل پہ لگی ہے غم حسینؑ کی مہر
اگر شکست یہی ہے تو فتح کیا ہوگی

مرضی ہے تیری، فکر میں ترمیم کر نہ کر
سلطانِ عقل و عشق کو تسلیم کر نہ کر
بچپن میں دیکھ لے ذرا دوشِ رسولؐ پر
پھر تو مرے حسینؑ کی تعظیم کر نہ کر

علیؑ جو قبر میں آئے ہوئے ہیں، چین سے ہوں
یہ دل ہے رقص میں خوشبو کی ڈالیوں کی طرح
فرشتے بہر سفارش زمیں پہ بیٹھے ہیں
کس سخی کے مہذب سوالیوں کی طرح

کیا فکر جہاں نوکر سلطانِ وفا ہوں
میں قبر کی آغوش میں راحت سے رہوں گا
محشر کی تپش مجھ کو پریشاں نہ کرے گی
میں پرچم عباسؑ کے سائے میں رہوں گا

اس شان سے جائیں گے سرِ حشر بھی ہم لوگ
مولا تیری چاہت کا بھرم ہاتھ میں ہوگا
جھک جھک کے ملیں گے ہمیں دربانِ ارم خود
سینے میں ترا عشق علم ہاتھ میں ہوگا

⊙

واجب خدا کی ذات ہے ممکن حسینؑ ہے
انسان کی نجات کا ضامن حسینؑ ہے
جس سے شب سیاہ یزیدی لرز اٹھے
خود اپنے دل سے پوچھ وہی دن حسینؑ ہے

⊙

تحت الثریٰ ہے بغض علیؑ کی گھٹن کا روپ
کوثر مرے حسینؑ کی بخشش کا نام ہے
جنت علیؑ کے سجدۂ وافر کی ہے زکوٰۃ
دوزخ بتولِؑ پاک کی رنجش کا نام ہے

⊙

بشر کا نازؔ نبوت کا نورِ عین حسین
جنابِ فاطمہ زہراؑ کے دل کا چین حسین
کبھی نماز سے پوچھا جو رنج و غم کا علاج
کہا نماز نے بے ساختہ حسینؑ! حسینؑ!

⊙

توحید کی چاہت ہے تو پھر کرب و بلا چل
ورنہ یہ کلی کھل کے کھلی ہے نہ کھلے گی
توحید ہے مسجد میں نہ مسجد کی صفوں میں
توحید تو شبیرؑ کے سجدے میں ملے گی

بوقت مشکل، مرض کی حالت میں، دشمنوں سے الجھ الجھ کر
کبھی تو میرے سخی سے دنیا میں تم کوئی کام لے کے دیکھو
یہ نام سن کر تو موت کے بھی نہ ہاتھ شل ہوں تو مجھ سے کہنا
کبھی مصیبت پڑے تو میرے حسینؑ کا نام لے کے دیکھو

یہ بات یاد رکھ کہ عقیدے کی بات ہے
اس بات کا لقب ہی کلید نجات ہے
دوزخ منافقوں کی عبادت کا ہے جہیز
جنت علیؑ کے ذکر کی پہلی زکوٰۃ ہے

علیؑ اس شان سے نازل ہوئے ہیں
تحیر اک جہاں پر چھا گیا ہے
بتو! نکلو خدا کے گھر سے، دیکھو
خدا کی شکل والا آ گیا ہے

اگر کسی دل میں بغض حیدر کی دھول ہوگی جنابِ والا
تو پھر عقیدے کی ہر ادا بے اصول ہوگی جناب والا
اگر کسی سے بروزِ محشر خفا خفا ہو نبیؐ کی بیٹی
تو پھر بہشت بریں کی خواہش فضول ہوگی جنابِ والا

حسنینؑ کے قدموں کی بچی دھول ہیں تارے
جنت کی فضا بنتؑ پیمبرؐ کے سبب ہے
ہے عرش محمدؐ کے فضائل کی بلندی
معراج، یداللہ کی زیارت کا لقب ہے

دست تاریخ کی پوشیدہ لکیریں تو پڑھو
ہر مسلمان کا مقسوم ابو طالب ہے
کفر و ایماں کی یہ بحث کہاں سے آئی
جبکہ اسلام کا مفہوم ابو طالب ہے

ضمیر ابن آدم میں شعاعِ نورِ ایمانی
نگہبانِ رسالت کے بس اک نقشِ قدم سے ہے
نہ ہوتا یہ مسیحا تو شریعت سانس نہ لیتی
دلِ اسلام کی دھڑکن ابوطالب کے دم سے ہے

اگر نہ صبر مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزمِ پیمبرؐ کی ابتدا کرتے
خدا کے دیں کو تمنا تھی سرفرازی کی
حسینؑ سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے

نوکِ سناں پہ ہے سر مظلوم سرفراز
خنجر غرورِ ظلم کے سینے میں گڑ گیا
کہنے لگے حسینؑ کہ بول اے یزیدیت
بس ایک وار میں ترا چہرہ بگڑ گیا

کعبہ علیؑ کا مسجد و منبر علیؑ کے ہیں
ابدال و غوث و قطب و قلندر علیؑ کے ہیں
محشر میں اہلِ حشر پہ آخر کھلا یہ بھید
سوداگران خلدؔ گداگر علیؑ کے ہیں

دنیا و آخرت میں نہ بھوکے مریں گے ہم
غربت میں بھی نہ اپنے قدم ڈگمگائیں گے
بے روزگار ہو بھی گئے گر تو دیکھنا
جنت کے گھر کو بیچ کے روٹی کمائیں گے

چھیڑو نہ مجھے اے مرے دلدار ملنگو
جو کچھ بھی تمہیں چاہیے ماحول سے لے لو
اس وقت میں نبیوں کے مسائل میں ہوں مصروف
جنت کی طلب ہے تو وہ بہلول سے لے لو

ہے علم و آگہی کا سمندر علیؑ کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب و قلندر علیؑ کا نام
فرطِ ادب سے میرے فرشتے بھی جھک گئے
میں نے لیا جو قبر کے اندر علیؑ کا نام

جلائیں مردے ٹھوکر سے، ابھاریں ڈوبتا سورج
جہاں میں بندگانِ باہنر ایسے بھی ہوتے ہیں
علیؑ میرا خدا ہرگز نہیں لیکن بتا مجھ کو
خداوندا! خدائی میں بشر ایسے بھی ہوتے ہیں

اللہ رے بانکپن ابو طالب کے لال کا
آئے تو مرتضیٰؑ نے ٹھکانہ کہاں لیا
بچپن کی پہلی ضد بھی نہایت حسین تھی
ملتی تھی جس سے شکل اسی کا مکاں لیا

غم حسینؑ کے آنسو ہیں اپنی آنکھوں میں
سجا کے جسم پہ ماتم کے داغ لائے ہیں
سنا تھا قبر کے اندر بڑا اندھیرا ہے
ہم اپنے ساتھ ہزاروں چراغ لائے ہیں

شبیرؑ اگر دل میں ترا نقشِ قدم ہے
کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے
یہ بھید کھلا حر کے مقدر سے جہاں میں
جنت تو ترے ایک تبسم سے بھی کم ہے

ہری ہو کر مری شاخِ تمنا اور ہلتی ہے
مودت کے چمن میں ہر کلی یک لخت کھلتی ہے
خدا برحق سہی لیکن پریشانی کے عالم میں
علیؑ کا نام لینے سے بڑی تسکین ملتی ہے

اسلام کھو چکا تھا غرورِ یزید میں
کرتا نہ کربلا میں جو بیعت حسینؑ کی
شک ہو تو اب بھی روح پیمبرؐ سے پوچھ لے
رائج ہے دو جہاں میں شریعت حسینؑ کی

خلد بریں کی راہ کا رہبر ہے تو حسینؑ
تسکین قلب و روحِ پیمبر ہے تو حسینؑ
کیونکر نہ تیرا ورد کرے دینِ پنجتن
تسبیح فاطمہؑ کا مقدر ہے تو حسینؑ

اب بھی آتی ہے یہ آوازِ رباب
عمر بھر دشت کو ترسیں بادل
ڈر نہ جائے کوئی معصوم بدن
قبر اصغرؑ پہ نہ برسیں بادل

پانی پانی کر گئی دریا کو اک بچے کی پیاس
تشنگی کو سانس لینے کا قرینہ آ گیا
تیر کھا کر ہنس پڑا اصغرؑ کچھ اس انداز سے
شرم سے قاتل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا

اے کفر کے فتووں کی دکاں کھولنے والو!
بوسیدہ عقائد کے در و بام سنبھالو
پھر شوق سے ہم اہلِ مودت سے الجھنا
پہلے ذرا ایمان بزرگوں کا بچا لو

تو کفرِ کل کی ڈھال میں ایمانِ کل کا وار
دوزخ کے راستے کا مسافر ہے تو کہ میں
تو پیرو یزید میں نوکر حسینؑ کا
سچ سچ بتا کہ اصل میں کافر ہے تو کہ میں

فرعونِ عصر نو کے نمک خوار نوکرو
جو تم کو غرق کر دے وہی نیل ہم بھی ہیں
اے ابرہہ کی فوج کے بدمست ہاتھیو
انجام سوچ لو کہ ابابیل ہم بھی ہیں

ان کی فطرت ہے ہر اک مومن سے لڑنا بے سبب
ان سے پہلے بھی کئی شیطاں صفت آئے گئے
یہ تو کیا ہیں غور سے دیکھا، تو ان کی بھیڑ میں
کچھ نبوت پر بھی شک کرتے ہوئے پائے گئے

ہر درد کے لبوں پہ سجا ہے دوا کا نام
حاجت سے پوچھ لے کبھی حاجت روا کا نام
تجھ کو یقیں نہ ہو تو کبھی آزما کے دیکھ
مشکل کی موت ہے مرے مشکل کشاؑ کا نام

ہر ایک اشک شبنم برگِ گل نجات
کالی قبا، لبادۂ عرشِ برین ہے
ماتم نہیں حسین کی عظمت کا طبل ہے
نوحہ نہیں ترانۂ فتح مبین ہے

انسانیت کو روپ بدلنا سکھا دیا
قطرے کو بحر تند میں ڈھلنا سکھا دیا
تو نے بشر کی آبلہ پائی کو اے حسینؑ
خنجر کی تیز دھار پہ چلنا سکھا دیا

حسینؑ جس کے گداگروں نے بہشت بیچی زمین پر بھی
حسینؑ جس کے علم کا سایہ رہے گا عرش برین پر بھی
حسینؑ جس کے لہو کی جھلمل ہے کہکشاں کی جبین پر بھی
حسینؑ جس کے عمل کی خوشبو برس رہی ہے یقین پر بھی

مولانا حسینؑ تیری مودت سے عہد ہے
اس عہد پر حضور ہمیں اب غرور ہے
ہم تیرے دشمنوں کو نہ بخشیں گے حشر تک
اور حشر میں بھی ان سے الجھنا ضرور ہے

تاجدارِ قلب و جاں بحر سخا عباسؑ ہے
پاسدارِ فاتح کرب و بلا عباسؑ ہے
کیوں نہ ہو مقبول اس کا نام خاص و عام میں
حیدرؑ و حسنینؑ و زہراؑ کی دعا عباسؑ ہے

جو ناطقِ قرآں نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسین ابن علی برسر صحرا
عباس نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے

خیراتِ علم و بخششِ محشر، متاعِ خلد
ملتی ہے بے دریغ یہ حسن نصیب ہے
جو کچھ بھی مانگنا ہے وہ حیدرؑ کے در سے مانگ
یہ در، درِ خدا سے نہایت قریب ہے

شبیرؑ تو نے درد کا ایواں سجا دیا
صحرا کو مثلِ عرشِ معلّٰی بنا دیا
تجھ پر نماز ختم ہے اے دیں کے تاجدار
تیروں پہ تو نے اپنا مصلّٰی بچھا دیا

نیزے کی نوک، دوشِ نبیؐ زینِ ذوالجناح
جچتی ہے اس طرح کی سواری حسینؑ کو
جس زندگی پہ سایۂ ظلمِ یزید ہو
اس زندگی سے موت ہے پیاری حسینؑ کو

ہم حسابی نہ کتابی پہ خبر ہے اتنی
اپنے مومن کے لیے حق کے ولی آتے ہیں
زندگی وار کے اس واسطے پہنچے ہیں یہاں
قبر میں ہم نے سنا تھا کہ علیؑ آتے ہیں

حشر والو! ہمیں محشر کی ضرورت کیا تھی؟
چارۂ ضعف بصارت کو چلے آئے ہیں
خوفِ دوزخ ہے نہ فردوس کا لالچ ہم کو
ہم تو مولاؑ کی زیارت کو چلے آئے ہیں

زمانے بھر میں ایسا کیمیا گر کب ہوا پیدا؟
کسی کنکر کو چھو لے اور پل میں دُر بنا ڈالے
حسینؑ ابن علیؑ جیسا سخی، گر ہو تو لے آؤ
جو اک چشمِ کرم سے مجرموں کو حر بنا ڈالے

غنچۂ بنت اسدؑ شیر جلی یاد آیا
حرزِ جاں روحِ اذاں حق کا ولی یاد آیا
جب کبھی ماہِ رجب صحنِ حرم سے گزرا
مسکراتے ہوئے کعبے کو علیؑ یاد آیا

⊙

لمحہ ابھر رہا ہے فروع و اصول کا
منظر نکھر رہا ہے وہ رد و قبول کا
صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی حقیقتیں
تاریخ لکھ رہا ہے نواسہؑ رسولؐ کا

⊙

عصر کی تشنہ لبی یاد آئی
وقت کی بو العجبی یاد آئی
ابر برسا جو کہیں پر محسنؔ
مجھ کو اولادِ نبیؐ یاد آئی

⊙

یہی خیال مرے دل کا چین لگتا ہے
میں کیا کروں کہ یہی نورِ عین لگتا ہے
برا نہ مان کہ نیزے کی نوک پر مجھ کو
زمیں پہ عرش سے اونچا حسینؑ لگتا ہے

⊙

ترے دل میں کیسی گرہ پڑی تجھے اس سے اتنا حسد ہے کیوں؟
جو نبیؐ کی آنکھ کا نور ہے جو علیؑ کی روح کا چین ہے
کبھی دیکھ اپنے خمیر میں کبھی پوچھ اپنے ضمیر سے
وہ جو مٹ گیا وہ یزید تھا' جو نہ مٹ سکا وہ حسینؑ ہے

⦿

عمل کا زیب، شریعت کا زین کہتے ہیں
بطونِ قلب نبوت کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سرِ غرورِ یزید
اسے سناں کی لغت میں حسینؑ کہتے ہیں

⦿

شجاعت کا صدف، منارۂ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے سخی عباسؑ کہتے ہیں

⦿

عباسؑ کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوفی و شامی دیا کرو
جب بھی مقابلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباسؑ کے علم کو سلامی دیا کرو

⦿

عالم میں ہر سخی نے سوالی کے واسطے
ہاتھوں سے در خود اپنے خزانوں کے وا کیے
عباسؑ وہ سخی ہے کہ دنیا میں دین کو
ہاتھوں سمیت بھیک میں بازو عطا کیے

⊙

عباسؑ کی چاہت کا یہ عالم ہے جہاں میں
ہر سانس پہ لگتا ہے کہ نیزے کی انی ہے
دریا میں ابھرتی ہوئی موجوں کو ذرا دیکھ
یہ ماتم عباسؑ میں زنجیر زنی ہے

⊙

آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

⊙

سینے میں جو عباسؑ کے قدموں کی دھمک ہے
ہیبت کئی ذروں کی سر عرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی مرے عباسؑ کے لہجے کی کڑک ہے

⊙

وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسینؑ
قصر ارم تو اس کے لیے سنگ و خشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہے میرے حسینؑ کا
اس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

کب بشر واقفِ اسرارِ جلی بنتا ہے
مردے ٹھوکر سے جلائے تو ولی بنتا ہے
کوئی انساں شبِ ہجرت بڑے آرام کے ساتھ
بسترِ موت پہ سوئے تو علیؑ بنتا ہے

حادثے جب بھی مجھے رہ سے ہٹانے آئے
لوگ جب بھی مجھے مشکل میں ستانے آئے
میں نے گھبرا کے کہا مولا علیؑ اور کئی
انبیاء بڑھ کے مرا ہاتھ بٹانے آئے

لڑکھڑائی جو زباں، نطق جلی یاد آیا
کوئی مشکل جو پڑی حق کا ولی یاد آیا
زندگی بھر تو سخن کہہ کے مکرنا سیکھا
موت جب سامنے آئی تو علیؑ یاد آیا

بدلی مصیبتوں کی جو چھائی تھی چھٹ گئی
مشکل مری حیات کے رستے سے ہٹ گئی
میں نے علیؑ کا نام لیا جب جلال میں
گھبرا کے میری موت بھی واپس پلٹ گئی

⦿

کس نے کہا کہ مفتی و ملا کے شر میں آ؟
یا دشمن علیؑ کی حدودِ اثر میں آ
جنت خریدنے کو چلا ہے تو جانِ من!
بہلول کے سجے ہوئے ''نیلام گھر'' میں آ

⦿

قرطاسِ شفاعت کے سوا اور بھی کچھ مانگ
محشر میں مودت کی جزا اور بھی کچھ مانگ
جنت کا ہر اک گھر تیری جاگیر ہے لیکن
شبیر کے ماتم کا صلا اور بھی کچھ مانگ

⦿

نبضیں لرز رہی ہیں ضمیر حیات کی
سانسیں اکھڑ رہی ہیں دل کائنات کی
عباسؑ کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیں فرات کی

⦿

کیوں کہہ رہے ہو رین بسیرا ہے زندگی
صحرائے کربلا کا سویرا ہے زندگی
ڈرتی ہے ان سے موت کہ جن کی نگاہ میں
عباسؑ کے علم کا پھریرا ہے زندگی

⦿

پڑا جو رعب تو سب قیل و قال بھو گئے
چلا دماغ کچھ ایسا کہ چال بھول گئے
لحد میں ہم نے جو مولا علیؑ کا نام لیا
قسم خدا کی فرشتے سوال بھول گئے

⦿

چھلنی تھا ظلم و جور سے جادہ حسینؑ کا
اپنے لہو میں تر تھا لبادہ حسینؑ کا
لیکن اصول دیں کو بچانے کے واسطے
باطل پہ چھا گیا ہے ارادہ حسینؑ کا

⦿

نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا حسنؑ عقیدت کا زیب و زین بنا
علی کا خونؑ لعابِ رسولؐ شیر بتولؑ
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسینؑ بنا